پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

مسجد کی اہمیت وآداب

عن ابی ھریرۃ رضی الله تعالی عنه : أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: احب البلاد الی الله مساجد، وابغض البلاد الی الله اسواقها (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ مقام مسجد اور سب سے ناپسندیدہ مقام بازار ہیں۔(اس حدیث کو صحیح مسلم نے روایت کیا ہے)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز اس کے گھر میں نماز پڑھنے اور بازار کی نماز سے پچیس گنا زیادہ اجر وثواب ملتا ہے۔اس لئے کہ جب بندہ وضو کرے اور اچھا وضو کرے پھر نماز کے لئے مسجد کی طرف جائے تو اس کے ہر قدم کے بدلے اللہ تعالیٰ ایک نیکی کا اضافہ کردیتا ہے اور ایک گناہ کو مٹادیتا ہے اور جب تک نماز کی حالت میں ہوتا ہے تو اس وقت تک ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا مانگتے ہیں اور اس کے مصلی پر موجود ہونے تک یہ کہتے رہتے ہیں اے اللہ اس پر اپنی رحمت وبرکت کو نازل فرما اور جب تک کوئی نماز کی ادائیگی کے انتظار میں رہے تو وہ نماز میں ہی رہتا ہے۔(متفق علیہ)

مساجد کو پسندیدہ مقام اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ اس میں اللہ کی عبادت، ذکر واذکار، دینی امور کی تدریس وتعلیم دی جاتی ہے اور بازار کو ناپسندیدہ اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ عام طور سے لوگ بازاروں میں لغو باتیں کرتے ہیں اور اللہ کی یاد سے غافل ہوجاتے ہیں۔مسجد کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا **اللھم افتح لی ابواب رحمتک** اور مسجد سے نکلتے وقت **اللھم انی اسئلک من فضلک** ''پڑھے (صحیح مسلم) اسی طرح سے وضو کے بعد تحیۃ المسجد کا اہتمام کرے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے (صحیح بخاری وصحیح مسلم) اسی نماز کو تحیۃ المسجد کہا جاتا ہے۔

قرآن کی متعدد آیات میں مساجد کی تعمیر اور اس کا ادب واحترام کرنے کی تلقین اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔خاص طور سے نمازوں کی پابندی قرآن کی تلاوت اور ذکر واذکار سے آباد رکھنے کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔قرآن میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (سورہ توبہ:۸۱) ترجمہ: ''اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، توقع ہے کہ یہی لوگ یقیناً ہدایت یافتہ ہیں۔'' مساجد کی فضیلت اور مقاصد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (سورہ جن:۸۱) ترجمہ: ''اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کی ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو''

اس آیت کریمہ میں مسجد کا مقصد یہ بیان کی گیا ہے کہ اس میں صرف اللہ کی عبادت کی جائے۔اس کے سوا کی عبادت نہ کی جائے۔یہ بھی مسجد کے آداب میں سے ہے۔اسی طرح سے مسجد کو صاف وستھرا رکھنا مسجد کے آداب میں شامل ہے۔قرآن میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع وسجدہ کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھو۔(سورہ بقرہ:۶۰۲) قرآن کریم کی اس آیت سے بھی مسجد کی صفائی وستھرائی کی اہمیت وفضیلت ثابت ہوتی ہے۔

احادیث میں مسجد کے آداب کو مختلف انداز میں اور کئی ناحیوں سے بیان کیا گیا ہے۔جن کا یہاں احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے من بنی مسجدا یبتغی به وجه الله بنی الله له مثله فی الجنة اللہ کی خوشنودی اس وقت حاصل ہوگی جب ہم مسجدیں بنا کر اس کو قیام صلوۃ، ذکر واذکار، تلاوت قرآن سے آباد کریں گے۔اس حدیث میں مسجد کی فضیلت کے ساتھ ریا ونمود سے بچنے کی بھی تلقین کی گئی ہے۔مسجد کی صفائی بھی آداب مسجد میں شامل ہے۔لیکن مسجد کی صفائی وستھرائی کے حوالہ سے بہت لاپرواہی پائی جاتی ہے۔عام طور سے جس کو امامت وخطابت کے لئے مامور کیا جاتا ہے اسی سے مسجد کی انتظامیہ کے اراکین صاف صفائی کی امید رکھتے ہیں جبکہ مسجد کی صاف صفائی اور اس کے رکھ رکھاؤ کی ذمہ داری دیگر افراد پر بھی عائد ہوتی ہے۔زیادہ تر مقامات پر مسجد کے مؤذن وامام حضرات رضا کارانہ طور پر صفائی وستھرائی کا اہتمام کرتے ہیں لیکن جہاں پر مسجد کے رکھ رکھاؤ کا کوئی نظام نہیں ہے وہاں پر مسجد کی صفائی کی صورت حال انتہائی افسوسناک ہے۔مسجد اللہ کا گھر ہے، اس کی صفائی کی ذمہ داری تمام مصلیوں اور مقامی حضرات کی بھی ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم تمام لوگوں کو مسجد کے آداب کا خیال رکھنے، اس کو آباد کرنے اس کی صفائی وستھرائی اور مساجد کے متعلق احادیث میں جو فضائل بیان کئے گئے ہیں ان کو حاصل کرنے اور اس کو زیادہ سے زیادہ بامقصد بنانے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

مولانا محمد خورشید عالم

مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبد الکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی　مولانا شہاب الدین مدنی　ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی　مولانا طہ سعید خالد مدنی　مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
الفضل للمتقدم	۸
توحید کی حقیقت	۱۳
اللہ کن لوگوں سے محبت کرتا ہے؟	۱۶
نماز فجر کے فوائد اور اس کی آسان ادائیگی	۱۹
بیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ و تجوید و تفسیر قرآن کریم	۲۲
حسن انتظام و اختتام حج پر کلمۂ تحسین و آفرین	۲۴
سید عبد القدوس ابن احمد نقوی (تاثرات)	۲۶
تفسیر السعدی اردو (تبصرہ)	۲۸
امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی حفظہ اللہ کے دعوتی دورے	۲۸
اشتہار: بیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ و تجوید و تفسیر قرآن کریم	۳۱
اپیل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ۷/روپے
پاکستان ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ و دیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اصغر علی امام مہدی سلفی

اداریہ

للّٰہیت واپنائیت

للّٰہیت تمام تر دنیوی واخروی سعادتوں اور بھلائیوں کی بنیاد ہے، اگر وہ نہیں ہے تو سب کچھ فراڈ ہے، زندگی دھوکے کی ٹٹی ہے اور اپنے آپ کو سب سے بڑا دھوکہ دینا ہے۔ سارے جہاں کے دغا باز، دھوکے باز، دنیا دار، دشمن جان، عدو ایمان، ٹھگ، کید و مکر کے سرغنہ، چالبازی ومکاری کے سردار اور شیاطین الانس والجن کے سارے لاؤ لشکر اور اہواء وعساکر مل کر کسی کو اتنا تکلیف اور نقصان نہیں پہنچا سکتے، جتنا للّٰہیت اور اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو پہنچا لیتا ہے۔

انسان کے اندر اگر اخلاص وللّٰہیت نہیں ہے، بلکہ صرف دنیا داری اور خود غرضی ہے تو اس سے زیادہ ملک ومعاشرہ، کنبہ وقبیلہ اور فرد وجماعت کے لئے نقصان دہ اور مضر کوئی اور چیز نہیں ہوسکتی۔ آپ جانتے ہیں کہ خود غرضی انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے؟ خود غرض انسان اپنے پرائے سب کو بھلا ڈالتا ہے اور وہ ہر وہ کام کر گزرتا ہے جو عام حالات میں عام انسان سے بھی سرزد ہوجانا متصور نہیں ہوسکتا ہے اور نہ ہی وہ انسان کے وہم وخیال میں آسکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ خود غرضی اور خالص دنیا داری برائیوں کی جڑ ہے تو بجا ہوگا۔ جس سوسائٹی میں یہ بیماری جنم لے لے تو اس سے ساری برکتیں، اچھائیاں اور خوبیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ اس میں برائیوں اور ظلم وزیادتی کا دور دورہ ہوجاتا ہے۔ انسان ہر معاملے میں اسی تاک میں رہتا ہے کہ کب اس کو موقع ملے اور کب وہ اپنے مفاد کی خاطر وہ سب کچھ کر گزرے جس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اس کے اندر بے حیائی سرایت کر جاتی ہے اور وہ برائیوں اور غلط کاموں کے کرنے پر ڈھیٹ ہوجاتا ہے۔ اسے کسی کے نفع ونقصان کی پرواہ نہیں ہوتی۔ نتیجتاً مروت واخلاق کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ اپنے اور پرائے کا فرق بھی مٹ جاتا ہے اور انسان ''بے حیا باش وہرچہ خواہی کن'' کا مصداق ٹھہرتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ "اذا لم تستحی فاصنع ما شئت "اگر شرم

وحیا بالائے طاق رکھ دیئے ہوتو پھر تم کو کسی بھی برائی میں کسی حد تک جانے سے کونسی بات روک سکتی ہے؟ بلکہ بے محابا و بلا جھجھک پلک جھپکتے ہی تم اپنا ہر برا کام تمام کر سکتے ہو۔

یہ بات تو مسلّم ہے کہ اخلاص وللّٰہیت اور خوف خدا اگر دلوں میں نہیں ہے تو دنیا کے قوانین بھی انسان کو بچا نہیں سکتے۔مگر یہ بات بھی مسلّم ہے کہ قانون و سلطان اور قوت بسا اوقات وہ کام کر جاتے ہیں جو قرآن کریم کے ذریعہ سے نہیں ہو پاتا۔ ظاہر بات ہے کہ اکثر ملحدین، بے دین، خوف الٰہی سے عاری اوراخلاق ومروت سے تہی دست قانون ہی کی گرفت سے بچتے ہیں۔مگر یہ علاج وقتی ہے، پائیدار حل نہیں ہے۔اصلی اور حقیقی علاج تو وہی للّٰہیت ہے، خوف خدا ہے، تقویٰ شعاری ہے، اللہ جل شانہ کا مراقبہ ہے، اس کے علیم وخبیر اور سمیع وبصیر ہونے کا پختہ یقین ہے اور اللہ اور بندوں کے سامنے جواب دہی کا احساس ہے۔ اگر چہ دین وایمان سے محروم کسی سوسائٹی میں بھی جسے خالص سیکولر یا شیوعیت والا نظام کہتے ہیں، عام مصالح ، اخلاق ومروت اور انسانیت نوازی انسان کو برائیوں سے روکتی ہے۔ایک غیر مسلم اور غیر مذہبی انسان بھی مہذب ہوتا ہے، اس کے اندر شائستگی ہوتی ہے۔اس میں تعلیم وتربیت اور ماحول ومعاشرہ کا سب سے بڑا دخل ہوتا ہے۔دین بیزار لوگوں میں بھی کچھ ایسے لوگ مل جائیں گے جو اپنی دنیوی حیثیت سے بھی رکھ رکھاؤ اور بھاؤ تاؤ کا پاس ولحاظ رکھتے ہیں اور وہ انسانیت کے فطری جوہر سے متصف ہوتے ہیں۔ بلکہ دین کی حقیقتوں کا علم نہ رکھنے کے باوجود دین وایمان نے انسان کے لئے جو اعلیٰ معیار قائم کیا ہے، وہ اس کے قریب تر اخلاق ومروت کو برتتے ہیں۔ دراصل وہ ایمان کی دولت سے کسی وجہ سے محروم ہیں اور اس کی یہ کمی کسی اور چیز سے دور نہیں کی جاسکتی، نہ اس کا بدل کوئی نظام تعلیم وتربیت ہوسکتا ہے۔لیکن یہ بات مسلّمات میں سے ہے کہ سنگت، سوسائٹی، ماحول اور پرورش کا اثر انسان پر پڑتا ہے اور اس کے اچھے اور برے ہونے میں ان سب کا بڑا دخل ہے اور یہی مطلب ہے **"خيار كم في الجاهلية خيار كم في الاسلام اذا فقهوا "** (بخاری:تم میں سے جو لوگ زمانہ جاہلیت میں شریف اور بہتر اخلاق والے تھے وہی اسلام کے بعد بھی اچھے اور شریف ہیں، بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں) کا۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حاتم طائی کے کاموں کی تعریف کی، اس کی فیاضی وسخاوت جو انسان کا ایک بڑا جوہر ہے اور جس میں ایمان وشریعت کی پابندی کا خاص دخل ہے، کو سراہا، مطعم بن عدی کی شرافت ونجابت کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اہم مواقع پر تعریف کی اور اس کے احسان کو یاد رکھا، بلکہ شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت نے یہاں تک فرمادیا کہ رہتی دنیا تک اگر کسی کو زندہ وجاوید رہنے کا حق ہوتا، تو مطعم کو یہ حق پہنچتا۔حالانکہ ان کو اسلام کی دولت نصیب نہیں ہوئی تھی۔

ولو ان مجدا اخلد الدهر واحدا
من الناس ابقى مجده الدهر مطعما

" اگر انسانی شرافت کسی کو زندہ وجاوید بنا سکتی تو مطعم بن عدی کی شرافت ہمیشہ اس کو باقی رکھتی"۔

کیونکہ اس شخص نے انسانیت کا ثبوت دیا تھا اور وہ ظلم کے مقابلے میں اپنے بچوں کے ساتھ اپنے ہی ابنائے جنس، ہم مذہب اور بھائی بندوں کے خلاف خم ٹھونک کر کھڑا ہوگیا تھا، انہوں نے مظلوم کی تائید وطرفداری اور پاسداری کی۔زمانہ جاهلیت میں آپ کو حلم وبردباری، سخاوت وفیاضی، شجاعت وبہادری، بذل وانفاق، وفاشعاری، عہد وپیمان کا پاس ولحاظ، مسافر ومہمانوں کی نگہبانی اور میزبانی، حلف الفضول، سقایہ ورفادہ اور عمارۃ المسجد الحرام وغیرہ نیک کاموں کے حوالے سے بہتیرے لوگ مل جائیں گے۔آج بھی غیر مسلموں اور ہندو، سکھ، عیسائی اور نصاری حتی کہ یہود میں بھی ورقہ بن نوفل اور سلام بن مشکم جیسے لوگ مل جائیں گے۔لیکن ان میں بھی للّٰہیت کا عنصر اندر سے جھانکنے کے بعد ہی نظر آئے گا۔اس کو انسان کے اندر کی چھپی ہوئی فطرت کہئے یا دیگر ادیان سماویہ کے بقایا اور قصص انبیا کے اثرات وابعاد۔بہر حال اس کو تسلیم کرنا چاہیے۔مگر یہ نہ بھولنا چاہیے کہ باضابطہ اور بڑے پیمانہ پر فرد کی تعمیر وترقی سے لے کر تدبیر منزل، سیاست مدنیہ اور عباد و بلاد کی خدمت سراپا اس بات کی مرہون منت ہیں کہ انسان کے اندر للّٰہیت ہو، ورنہ کوئی ایسا دوسرا وسیلہ نہیں ہے جس کے اثرات ہمہ جہت اور پائیدار ہوں۔اگر بے ایمانی، استحصال، احتکار، احتقار، افتخار، حق تلفی، بے حیائی اور ظلم وزیادتی سے بچنا ہے اور ان سے معاشرے

اور ملک وملت کو بچانا ہے تو اس کے لئے انسان کے اندر للّٰہیت کا ہونا ضروری ہے۔ یہ ایک ایسا جوہر ہے جو اگر انسان کے اندر پیدا ہو جائے یا اس کا بیج قلوب واذہان میں بودیا جائے تو پھر نخلستان ملک وعالم میں پھر سے تازگی، باغ عالم میں پھر سے بہار اور فضاؤں میں باد بہاری آ جائے۔ مشام جاں انسانیت معطر اور قلب وجگر انسانی کو فرحت ومسرت حاصل ہو جائے۔ دنیائے انسانیت امن وآشتی اور اطمینان وسکون کا گہوارہ بن جائے۔ یہ اگر نہیں ہے تو انسان طاقت کے نشہ میں چور، دولت کے غرور اور منصب وجاہ کے نشے میں اس قدر مغرور ہوجاتا ہے کہ ظَهَرَ الفَسَادُ فِی البَرِّ وَالبَحرِ بِمَا كَسَبَت اَيدِی النَّاس (سورہ روم: ۴۱ ''خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے فساد پھیل گیا '') کا سماں پیش کرنے لگتا ہے۔ قوی ضعیف کو ستاتا ہے، مالدار غریبوں کا استحصال کرتا ہے۔ منہ زور شہ زوری دکھاتا ہے اور کمزوروں کو بھگاتا اور اس سے جینے کا بھی حق چھین لینا چاہتا ہے۔

اگر اِنَّ المُلُوکَ اِذَا دَخَلُوا قَريَةً اَفسَدُوهَا وَجَعَلُوا اَعِزَّةَ اَهلِهَآ اَذِلَّةً وَكَذٰلِكَ يَفعَلُونَ (سورہ نمل: ۳۴ ''بادشاہ جب کسی بستی میں گھستے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔'') کا سماں دیکھنا ہے تو تم تازہ تازہ غزہ میں دیکھ سکتے ہو۔ پھر بھی لوگ اسے جنگ کہنے پر مصر ہیں۔ حالانکہ وہ یکطرفہ کارروائی ہے۔ مظلوم ترین معاشرہ وملک کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ مجبور ترین قوم کوئی بھی ہو سکتی، لاچار و بے بس کوئی بھی ملک ہو سکتا ہے، ہر طرح کے اخلاقی، قانونی اور انسانی حقوق سے محروم کوئی بھی آبادی ہو سکتی ہے لیکن اس سب کے باوجود اہل غزہ کے ساتھ جو ظلم وعدوان اور تمرد وطغیان روا رکھا گیا ہے اس کی مثال مشکل سے ملے گی اور اسے ہرگز ہرگز جنگ کا نام نہیں دیا جا سکتا ہے۔ پوری مہذب دنیا مل کر بھی دوا کی ایک ٹکیہ سے ان کی مدد نہیں کر سکتی بلکہ اقوام عالم کا متحدہ پلیٹ فارم اور عظیم مرکز مجلس بھی وہاں پٹ جاتی ہے۔ اس کے ریلیف مشن حتی کہ دوا دارو کے مراکز میں اس کے رجال واطباء اور سفراء بھی بے دردی سے مار دیئے جاتے ہیں۔ دن کے اجالے میں علی الاعلان ان پر بم برسا دیئے جاتے ہیں۔ میزائل داغ دیئے جاتے ہیں۔ بھلا یہ جنگ ہے تو پھر کسی قوم کو محصور ومجبور کر کے بے یار ومددگار، بے سلاح وہتھیار گھیر کر مظلومانہ مار ڈالنا کس چیز کا نام ہے۔ تم بتاؤ بھلا کہ جو قوم ایک دانہ خود سے کہیں سے نہیں لا سکتی، دوا کی ایک ٹکیہ دیکھ نہیں سکتی، وہ کیا جنگ لڑ رہی ہے؟ باہر کے تماشائی اور ان کی واہ واہی ان کے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے یا زبانی جمع خرچ ہے۔ اور ہو نہ ہو اس سرزمین کو فلسطینیوں سے مکمل طور پر خالی کرنے اور قضیہ فلسطین کو مزید کم زور کرنے اور ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کا عالمی پلان ہو جو ہم اپنی سیاست کا کھیل بھی مظلوموں کی مجبوری کے صلہ میں کھیل رہے ہیں۔ اب بتاؤ ہم مر کر بھی غزہ اور اس کی سرزمین پر یہود اور اس کے ہمنواؤں کے لیے سومن کے تھے، کیوں کہ مومن مر کر بھی سومن کا ہوتا ہے۔ مگر اب جبکہ حرث ونسل ہی نہیں اس سرزمین سے جان اور جگہ دونوں کا مکمل صفایا ہو رہا ہے تو یہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ ادھر للّٰہیت اور ضمیر نہیں ہے، ادھر بے شعوری، سیاست، ملی مفادات کی تجارت اور گندم نما جو فروشی ہے۔ اور ہمارے مظلوم فلسطینی اہل غزہ اس کے مال مٹریل ہیں۔ یہ کھیل جاری رہے گا جب تک ان کا صفایا غزہ سے نہ ہو جائے۔ ان کی نسل کشی مکمل نہ ہو جائے۔ جس طاقت اور میزائل کو اپنے اکتیس ہزار معصوموں کا پتہ نہ ہو وہ بھلا کیا جنگ لڑ رہا ہے۔ ہاں باہر میں وہ پناہ گزیں کے نام پر اور چند لوگوں کی للکار اور جھوٹی ہمنوائی کی وجہ سے قضیہ فلسطین کے مائی باپ بنا دیئے جائیں گے اور یہودی استعمار کے ایجنٹ بنے پھرتے رہیں گے۔ یعنی رند کے رند رہیں گے اور ہاتھ سے جنت بھی نہیں جائے گی۔ اس وقت لبنان میں بھی جنگ کی بات ہو رہی ہے۔ حزب اللہ کو فولادی قوت باور کرایا جا رہا ہے اور دوسری طرف سے ملیا میٹ کرنے کی دھمکی سنائی دے رہی ہے اور جب بھی ایسا ہوا ہے، اس جیسی طاقت کا جہاں کہیں اضافہ ہوا ہے مسلمانوں کی دشمنی بڑھی ہے اور ان کی تقسیم در تقسیم کا شاخسانہ کھڑا کیا گیا ہے۔ اصل دشمن یہود مضبوط سے مضبوط ہوتے گئے ہیں۔ اب ان کو اس لبنان اور خطے کا بلا شرکت غیرے عظیم قوت کا نام وکام دے کر عربی وفلسطینی طاقت کا ایجنٹوں کے ذریعہ ہیرو بنا دیا جائے گا۔ اور فلسطین کا قضیہ ان کی دانست اور چالبازیوں کے نتیجہ میں پاک ہو جائے گا اور عرب دنیا تاکتی رہ جائے گی اور وکیل وموکل قاضی ومنصف اور شاہد اور وکیل صفائی سب قاتلین یہود اور ان کے ہمنوا قرار پائیں

گے۔ خلافت عثمانیہ کے خاتمہ کے لئے یہ کھیل ہم مصطفیٰ کمال پاشا اور ان کی پارٹی کی شکل میں دیکھ چکے ہیں۔ اس کی ایک جھلک سیریا اور عراق میں بھی نظر آتی ہے۔ آخر ہم ایک ہی غلطی بار بار کیوں دہرا رہے ہیں؟۔ فھل من مدکر؟

یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اس سے عرب بھی غافل نہیں۔ مگر غیروں کی طاقت سے نہیں بلکہ وہ مار ہائے آستین، قدیم منافقوں اور جدید سفہائے وقت سے عاجز نظر آرہے ہیں مگر "والعاقبة للمتقين '(الاعراف:۱۲۸)' ''اور اللہ والوں کے لئے حقیقی انجام کار ہے۔''

وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيرُ المٰكِرِين (سورہ آل عمران:۵۴)''اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ تعالی نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالی سب خفیہ تدبیر کرنے والوں سے بہتر ہے۔''

آپ جانتے ہیں یہ نتیجہ ہے بے ضمیری کا، منافقت کا، دنیاداری کا، بیجا فخر وغرور اور دولت کے نشہ میں چور ہونے کا، اللہ تعالیٰ سے دوری کا، فرعون وقت بننے کا، للّٰہیت کے فقدان کا اور ایمانداری اور انسانیت کے مر جانے کا۔

ایک انسان اگر بڑے مال ودولت اور منصب وجاہ کا وقتی مالک بن جائے تو خلق خدا کو بے شمار فائدہ پہنچاتا ہے۔ ہر طرح کا فیض جاری ہو جاتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس کے اندر للّٰہیت ہو اور خوف خدا دامنگیر ہو۔ ورنہ ظلم کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔

دوسرا غریب ہے، فقیر ہے، کمزور ہے اور ایک چھوٹے آفس کا ادنی چپراسی ہے مگر اس میں للّٰہیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اس کی مرضی کے کام کرتا ہے اور منمانی اور خواہشات نفسانی کی پیروی سے ڈرتا ہے تو اس کے لیے امن ہے، سکون ہے، راحت ہے اور برکت ہے۔ مگر یہی چپراسی اس سے عاری ہے تو وہ بڑے سے بڑے نظام کو درہم برہم کردے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ چوری، زنا کاری، رشوت خوری، سینہ زوری، خونریزی وغیرہ کیوں بھیانک جرائم ہیں اور دنیا وآخرت میں ان کی کیوں دردناک سزائیں ہیں؟ اس لیے کہ وہ اس نظام عالم میں جان ومال، عزت وعقل اور دین جو انسان کی بنیادی ضرورتیں اور حق ہیں ان کو پامال کردیتے ہیں اور ان سے فساد فی الارض کا کام انجام پاتا ہے اس لئے جرائم کی لسٹ میں یہ سرفہرست آتے ہیں۔

ہائے افسوس کہ اس ترقی یافتہ دنیا میں اور پسماندہ اور پچھڑے عالم میں للّٰہیت کے فقدان کی وجہ سے معاشرہ ساری برکتوں سے محروم ہے، اس پر خوب محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ دیگر زرق برق دنیا میں اگر یہ نہ ہوں اور للّٰہیت ہو تو ملاوٹ، کثافت، گراوٹ، مہنگائی، دشمنی، کساد بازاری، چور بازاری، کالا بازاری، جنگ وجدال اور شر وفساد سب مٹ جائیں گے اور انسان بھائی بھائی بن کر اس دنیا کو جنت نشان بنادے گا اور تعمیر وترقی کے ہزار راستے کھل جائیں گے۔ وَمَن يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجعَل لَّه مَخرَجًا (سورہ طلاق:۲) بلکہ راستہ نہیں, راستے کھل جائیں گے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهدِيَنَّهُم سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ المُحسِنِينَ (سورہ عنکبوت:۶۹)''اور جولوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے اور اللہ تعالی یقیناً نیکوکاروں کا ساتھی ہے۔''

آہ افسوس کہ یہ للّٰہیت فرد سے، رشتہ داروں سے، اپنوں اور غیروں سے بڑی تیزی سے ختم ہو رہی ہے۔ دین داری کا معیار بھی بدل رہا ہے اور مادیت نے للّٰہیت اور روحانیت پر غلبہ ہی نہیں، قبضہ جمالیا ہے، بلکہ اس کا معیار ہی بدل ڈالا ہے کہ

لگتا ہے اب خلوص بھی ایک ساز باز ہے

اس للّٰہیت کے بیج کو بونے، اس کے لئے کھیت تیار کرنے اور ماحول بنانے کی ہر سطح پر اشد ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ کوئی فارمولا کارگر نہیں ہے۔

دوسری چیز اپنائیت ہے، انسانیت ہے، ایک دوسرے سے قلبی محبت ہے۔ یہ اپنائیت ہزاروں برائیوں پر قابو پانے کا بڑا ذریعہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جانی اور بدبخت وبدکردار دشمنوں کو بھی دعادی اور ایسی اپنائیت کا اظہار فرمایا کہ قہر الہی ان پر تقریباً ٹوٹ چکا تھا مگر ان کی اپنائیت نے اسے بھی ٹال دیا بلکہ آغوش رحمت میں لاکھڑا کیا۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ نادان ہیں۔

"میری قوم"، آہ! اس میں کیا اپنائیت ہے ؟ ہم اپنے جگر گوشوں، ساتھیوں، رشتہ داروں، بھائی بندوں، ہم مذہب لوگوں، ہم جنس انسانوں، اپنی پارٹی اور جماعت کے لوگوں کے ساتھ بھی ادنی غلطی پر بھی اپنائیت کے بجائے عداوت کا معاملہ کرتے ہیں اور یوں کنبہ، قبیلہ، فیملی وخاندان اور ملک ومعاشرہ جہنم کدہ، شروفساد، دشمنی وعداوت اور بغض وحسد کی آماجگاہ بنتا جارہا ہے۔ اور چونکہ ہمارے اندر للّٰہیت واپنائیت کی کمی ہے اس لیے ہم اس ظلم کے لیے دلیل رکھتے ہیں۔

ہم تو غیروں کو اپنا بنانے آئے تھے اور درندوں کو انسان بنانے آئے تھے۔ شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پر پانی پلانے اور بٹھانے آئے تھے۔ آج کیا ہو گیا ہے کہ جنگل کے درندوں اور وحشیوں سے زیادہ آدمی آدمی سے اور انسان اپنے بھائیوں سے ڈرا سہا ہوا ہے۔

یا رب یہ کیسے دور میں پیدا ہوا ہوں میں
خود اپنے ہی سایہ سے سہا ہوا ہوں میں

ہمارے بچپن میں گاؤں میں غربت تھی، جہالت تھی، مگر لوگوں کے مابین ایسی اپنائیت تھی کہ کسی کو بیماری کیا ہوئی کہ سیلاب سے جل تھل گاؤں اور علاقہ میں دسیوں جوان کشتی تیار کر کے چپو و پتوار اور لگی ولنگر لئے کھڑے رہتے تھے۔ پورا گاؤں ٹوٹ پڑتا تھا۔ پردہ نشین خواتین گلی کوچوں میں گھاس پھوس اور لکڑی، بانس اور مٹی سے بنی دیواروں کو کھسکا کر عیادت ومزاج پرسی کرتی تھیں اب پختہ دیواروں اور چہار دیواریوں نے ان کے راستے روک رکھے ہیں، دیواروں کے بھی کان ہوا کرتے تھے مگر اب ان پختہ دیواروں کے آڑے آنے کی وجہ سے ہفتوں تک پتہ نہیں چلتا کہ رشتہ داروں، قرابت داروں اور پاس وپڑوس پر کیا گزر گئی۔ اب تو "وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ "(سورہ ماعون:۷ ''اور برتنے کی چیزوں سے روکتے ہیں'') کا عام سماں ہے بلکہ چھوٹا موٹا ہدیہ عاریہ بھی عار وشنار بنا ہوا ہے۔ اس وقت شادی کے جوڑے، سواری اور ترکاری کا تو پوچھو مت۔ لوگ غربت کے باوجود لوگوں کو بسنے کے لئے بانس بلی کے ساتھ زمین بھی ہبہ کر دیتے تھے۔ ہندو مسلم میں کوئی فرق نہ تھا۔ مشرا جی، میتھل اور غیر میتھل، جھا جی، سنگھ، راوت، دھوبی، لوہار، چمار سب کو دیکھئے کہ عام معاملات وحالات اور کام کاج میں ایسا شیر وشکر میں نے دیکھا ہی نہیں۔ دکھ درد میں کوئی فرق نہیں دیکھا۔ شادی بیاہ میں مدد ومعاونت ایسی کہ جیسے اپنی بچی کا ہم وغم ہو اور جیسے اپنے مہمان وارد ہو رہے ہوں۔ وہ مہمان پورے گاؤں کے مہمان ہوتے تھے اور پورا گاؤں میزبان ہوتا تھا۔ اب چھوت چھات سنا ہے کم ہوا ہے مگر اپنائیت ختم ہوگئی ہے۔ غربت، پسماندگی اور جہالت عام تھی مگر دوری ونفرت نہ تھی۔ اب ترقی وتعلیم عام ہو رہی ہے، مگر اپنائیت ختم ہے، نفرتوں نے جنم لے لیا ہے اور عداوت ودشمنی کے صنم دلوں اور دماغوں پر چھا گئے ہیں۔ اور کیا ہندو کیا مسلمان اس کی پوجا کرنے پر آمادہ ہیں۔ اور "اَرَئَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ (سورہ فرقان:۴۳) ''کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جو اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہے۔''

ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی وغیرہ کی بات چھوڑ و اور مسلمان مسلمان بھائی بھائی تو دور کی بات ہے، یہاں تو سگے رشتے دار، بلکہ بہن بھائیوں سے اور بھائی بہنوں سے روٹھے چھوٹے ہوئے ہیں۔ ہم دیندار مسلم گھرانوں میں آپسی مقدمات کے ڈھیر دیکھے ہیں۔ قاضی ومفتی بہت ہو گئے ہیں لیکن معاملہ حل نہیں ہو رہا ہے۔ پہلے گاؤں کا ایک جاہل ہندو یا مسلم سرپنچ اور سردار کوئی بات کہہ دیتا اور جھگڑا ختم ہو جاتا۔ آج آخر ہو کیا گیا ہے؟ کل معاملہ نفسانیت وحیوانیت کا ہے۔ اپنائیت وللّٰہیت ختم ہو رہی ہے۔ خواہشات نفسانی اور نفس پرستی ذہن ودماغ اور قلب وجگر پر چھا گئی ہے، دل میں آتا ہے کہ صاف صاف اب مطالبہ کیا جائے کہ اس ترقی یافتہ ماحول اور معاشرہ سے بہتر ہے کہ تم ہمارا جاہلی دور اور پسماندہ ماضی اور گاؤں اور شہر لوٹا دو۔ ہمیں پھر بھائی بھائی پہلے کی طرح بنا دو اور ہمارا کل لوٹا دو!

لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

آیئے! عزم کریں کہ ہم علم کی روشنی سے اپنائیت وللّٰہیت، محبت، ایثار وقربانی، الفت، قرابت وصداقت اور شجاعت کی فضا بنائیں گے، اپنے وطن عزیز کو سدا بہار چمن بنائیں گے اور سکون پائیں گے، امن وامان اور محبت ومودت کا گن گائیں گے کہ اس سے بڑی نعمت اور دولت کوئی اور نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی بدل ہے۔ یہ کام اپنی ذات سے شروع کریں، اور اس حوالے سے حکمراں یا اپوزیشن نہ بنیں بلکہ ایک دوسرے کے معاون ومددگار بنیں۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

☆☆☆

الفضلُ للمتقدم

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مئو

الفضل للمتقدم، یہ ایک معقول ومعروف مقولہ ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کار خیر کے کرنے میں جس کو سبقت وتقدم حاصل ہوا سے اس پہلو سے اس شخص پر فضیلت حاصل ہوتی ہے، جو اس کار خیر کے کرنے میں پچھڑ جائے، یہ ایک معقول اور بالکل صحیح اصول ہے، قرآن وحدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، قرآن حکیم میں ارشاد الٰہی ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْن (الواقعہ:۱۰۔۱۱) جو سبقت کرنے والے ہیں (ایمان وعمل میں) وہ تو آگے ہی رہیں گے، وہی تو مقربین بارگاہ الٰہی ہیں۔

سورہ حدید میں ارشاد فرمایا: لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ (الحدید:۱۰)

تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) کے بعد (فی سبیل اللہ) انفاق اور جہاد کیا، وہ کبھی ان لوگوں کے برابر نہیں ہو سکتے جنھوں نے فتح سے پہلے انفاق اور جہاد کیا، ان کا درجہ بعد میں انفاق اور جہاد کرنے والوں سے بڑھ کر ہے، اگر چہ اللہ نے دونوں ہی سے خیر کے وعدے فرمائے ہیں اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔

یہ آیات کریمہ خاص موقع سے متعلق سہی لیکن ان کے عام مفہوم سے فی الجملہ کسی بھی کار خیر میں سبقت وتقدم کرنے والے کے لئے اس ناحیہ سے فضیلت کا ثبوت ہے، اور ''الفضل للمتقدم'' کی تائید ہوتی ہے۔ اور یہ بالکل واضح ہے، اسی طرح مندرجہ ذیل حدیث سے بھی یہ ثابت ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جب یہ مژدہ سنایا کہ فلاں فلاں اوصاف کے حامل ستر ہزار مومنین بلا حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے، تو ایک صحابی عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کرنے میں سبقت کی کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے بنائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کے حق میں یہ دعا فرمادی۔ اس کے بعد ایک دوسرے صحابی نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی درخواست کی تو آپ نے فرمایا: سبقک بھا عکاشة (عکاشہ سبقت لے گئے) اس حدیث سے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ دعا کی درخواست کرنے میں سبقت وتقدم کا ان کے لئے باعث فضیلت ہونا ثابت اور واضح ہے۔

اسی ثابت شدہ معقول اصول کے پیش نظر میں نے مرکزی دار العلوم بنارس کی تاریخ سے متعلق اپنے ایک رسالہ میں، مرکزی دار العلوم کے لئے زمین کی پیش کش کرنے میں عمائدین خانوادہ تاجہ (بنارس) مولانا عبدالاحد ومولانا عبدالمتین وغیرہ کے سبقت وتقدم اور پہل کا ذکر کرتے ہوئے ضمناً سادگی کے ساتھ لکھ دیا تھا کہ ''الفضل للمتقدم'' جو ظاہر ہے کہ معقول بھی ہے اور مبنی بر حقیقت بھی، لیکن با ایں ہمہ یہ بات بعض لوگوں کو بہت کھل گئی، چنانچہ عمائدین بنارس کے اس میدان میں سبقت وتقدم کے بعض افاضل انکار کے درپے ہوئے، تو بعض افاضل نے اس سبقت وتقدم فی الخیر کے باعث فضیلت ہونے میں تردد کا اظہار کیا، اور اپنی ایک کتاب میں عجیب بے جوڑ باتیں لکھ گئے۔

حالانکہ مذکورہ بالا دونوں باتیں بالکل درست اور برحق ہیں۔

چنانچہ فاضل گرامی مولانا مطیع اللہ سلفی (ششہنیاں) حفظہ اللہ نے مرکزی دار العلوم کے لئے زمین کی پیش کش کرنے میں عمائدین بنارس کے سبقت وتقدم کی واضح اور قوی دلیل پیش فرمائی ہے جس سے اس معاملہ میں عمائدین بنارس کی سبقت وتقدم اور پہل بالکل واضح طور پر ثابت ہوتی ہے۔

موصوف نے اپنی کتاب تاریخ مرکزی دار العلوم بنارس کے ص۵۳ پر قائد جماعت مولانا عبدالوہاب آروی رحمۃ اللہ علیہ، صدر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مندرجہ ذیل تحریر پیش فرمائی ہے، یہ تحریر ترجمان دہلی کے شمارہ ۱۵/اکتوبر ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی تھی، اس میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس مالیگاؤں منعقدہ ۳،۴،۵/اکتوبر ۱۹۵۸ء کی کارروائیوں کی تفصیل بھی ہے، مولانا آروی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ایک عرصہ کے غور وفکر کے بعد اہل حدیث کے ''مرکزی دار العلوم'' کا جو خاکہ میں نے مرتب کیا تھا اس کو مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ مالیگاؤں (بماہ اکتوبر ۱۹۵۸ء ف) میں اراکین کے سامنے پیش کیا، معزز اراکین نے اس پر آزادانہ طور سے تبادلۂ

خیال کیا اوراس کے تمام پہلوؤں پر تین گھنٹے غور وخوض کے بعد اس خاکہ کو منظور کرلیا۔

اس سلسلہ میں جمعیۃ اہل حدیث ومنتظمہ کمیٹی جامعہ اسلامیہ اکبر پور جمنی ضلع بستی کے مخلصین کا وہ رجسٹری خط بھی اراکین کے سامنے پیش ہوا، جو میرے نام بذریعہ رجسٹری مالیگاؤں کے پتہ پر اسی دن مجھ کو ملا تھا جس میں جمعیۃ مذکورہ کے مخلص اراکین نے مرکزی دارالعلوم کے لئے اپنے مدرسہ کی وسیع عمارت جس کی جدید تعمیر، مسجد، کنواں، اور تقریباً آٹھ بیگھہ زمین ہے کانفرنس کے نام وقف کرنے کو کہا، نیز یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ اگر ضرورت ہوگی تو چار بیگھہ زمین اور بھی دیں گے۔'' (ترجمان ۔دہلی، شمارہ ۱۵/ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

اور ص ۵۵ پر مولانا سلفی حفظہ اللہ نے ناچیز کے رسالہ ''تاریخ مرکزی دارالعلوم'' کے حوالہ سے مولانا آروی رحمہ اللہ کی ایک دوسری تحریر پیش فرمائی ہے، جو ''اہل حدیث'' دہلی، شمارہ ۱۵/ دسمبر ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں مولانا آروی تحریر فرماتے ہیں:

''تقریباً ایک سال پیشتر (ظاہر ہے دسمبر ۱۹۵۸ء میں اس تحریر کی اشاعت سے تقریباً ایک سال پیشتر ۔ف) فاضل جلیل مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی صدر الاساتذہ جامعہ رحمانیہ بنارس اور صاحب فضیلت مولانا عبیداللہ صاحب شیخ الحدیث مبارکپوری کی معرفت جماعت اہل حدیث بنارس کے رؤساء محترمان مولوی عبدالاحد صاحب وجناب مولانا عبدالمتین صاحب وجناب مولوی عبدالحق صاحب وحاجی محمد اسحٰق صاحب کا یہ پیغام مجھے ملا تھا کہ ایک نہایت ہی وسیع اور قیمتی زمین ہمارے پاس ہے اگر ''آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس'' ''مرکزی دارالعلوم'' کی عمارت کے لئے اسے پسند کرے تو ہم لوگ بڑی خوشی کے ساتھ اس کو دینے کے لئے تیار ہیں۔'' (اہل حدیث، دہلی، ۱۵/ دسمبر ۱۹۵۸ء)

مولانا سلفی یہ تحریر پیش کرنے کے بعد ص ۵۸ پر وضاحت وصراحت فرماتے ہیں کہ:

''علامہ آروی رحمہ اللہ کی مذکورہ تحریر سے درج ذیل امور کا واضح طور پر انکشاف ہوتا ہے:

☆ مالیگاؤں کی مجلس عاملہ (منعقدہ اکتوبر ۱۹۵۸ء ۔ف) سے پیشتر بحوالہ جامع المعقول والمنقول علامہ نذیر احمد رحمانی وشیخ الحدیث علامہ عبیداللہ مبارکپوری رحمہما اللہ، قائد جماعت علامہ آروی رحمہ اللہ کو عمائدین بنارس کا پیغام (مرکزی دارالعلوم کے لئے ۔ف) زمین کی پیش کش کے بارے میں پہنچا۔''

قارئین کرام مولانا مطیع اللہ سلفی حفظہ اللہ کی پیش کردہ مذکورہ بالا تحریروں اور ان میں مذکورہ ان کے مسلمہ مقدمات پر سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں گے کہ:

الف: اخوان اکبر پور جمنی نے مرکزی دارالعلوم کے لئے زمین کی پیش کش اکتوبر ۱۹۵۸ء میں مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ مالیگاؤں کے موقع پر کی تھی۔

ب: عمائدین بنارس نے مرکزی دارالعلوم کے لئے زمین کی پیش کش مذکورہ اجلاس مالیگاؤں منعقدہ منعقدہ اکتوبر ۱۹۵۸ء سے پہلے کی تھی۔

ج: علامہ آروی کی تحریر کے مطابق عمائدین بنارس نے یہ پیش کش دسمبر ۱۹۵۸ء سے تقریباً ایک سال پیشتر گویا اجلاس مالیگاؤں اور اس موقع پر اخوان جمنی کی پیش کش سے تقریباً ایک سال پیشتر کی تھی۔

قارئین مکرر غور فرمائیں کیا ان مقدمات اور ان تصریحات کا لازمی، بدیہی اور یقینی نتیجہ یہی نہیں ہے کہ مرکزی دارالعلوم کے لئے زمین دینے کی عمائدین بنارس کی پیش کش اخوان اکبر پور جمنی، (سدھارتھ نگر) کی پیش کش سے بہرحال مقدم ہے، تقریباً ایک سال پہلے ہے، والفضل للمتقدم۔

فاضل محقق مولانا رفیع احمد سلفی مدنی (حال مقیم سڈنی، آسٹریلیا) حفظہ اللہ کی ایک گراں قدر تازہ تصنیف ''مولانا عبدالسلام مدنی حیات وخدمات'' (مطبوع اواخر ۲۰۲۳ء) جس کے (کرم فرما شیخ راشد حسن سلفی (استاذ حدیث وعقیدہ جامعہ فیض عام حفظہ اللہ کی کرم فرمائی) سے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا، مولف موصوف نے اس کتاب میں مرکزی دارالعلوم کے لئے زمین کی پیش کش، اور اس کے قیام کے موضوع پر ضمناً اظہار خیال فرمایا ہے۔ اور مختصراً اپنی تحقیق کا جو خلاصہ پیش فرمایا ہے اس سے ناچیز کے اس موقف کی تائید وتوثیق ہوتی ہے جو میں نے تاریخ مرکزی دارالعلوم سے متعلق اپنے دو رسالوں اور متعدد مضامین میں پیش کیا ہے۔ مذکورہ بالا موضوع سے متعلق مؤلف موصوف کی تحقیقی معلومات کو بھی یہاں اخوان جماعت کے سامنے نمایاں کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہی بات زیر نظر مضمون کی اشاعت کا محرک ہے۔

مؤلف موصوف کتاب مذکور۔ مولانا عبدالسلام مدنی حیات اور خدمات میں تحریر فرماتے ہیں:

''اہل بنارس نے اپنے ذرائع سے دسمبر ۱۹۵۷ء کے قریب صدر صاحب (آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس علامہ عبدالوہاب آروی رحمۃ اللہ علیہ ف) کو بنارس میں مرکزی دارالعلوم کے قیام (کے لئے زمین ۔ف) کی پیش کش کی۔ یہ پیش کش اکتوبر یا نومبر ۱۹۵۸ء میں دہرائی گئی۔ (ص ۷۵)

''اہل جمنی (سدھارتھ نگر) کی (مرکزی دارالعلوم کے لئے زمین کی ۔ف) پیش کش مالیگاؤں کی میٹنگ منعقدہ ۳، ۴، ۵/ اکتوبر ۱۹۵۸ء میں موصول ہوئی۔''

ص۴۷،۵۷)

یعنی مولانا مطیع اللہ سلفی اور مولانا رفیع احمد مدنی دونوں افاضل کی تحریر اور تصریح سے یہ حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے کہ مرکزی دارالعلوم کے لئے عمائدین بنارس کی طرف سے زمین کی پیش کش، اہل جمنی کی پیش کش سے تقریباً ایک سال پہلے کی ہے، اس بارے میں اہل بنارس کو بہر حال سبقت وتقدم اور اولیت حاصل ہے۔

اس روشن حقیقت کے باوجود مولانا مطیع اللہ سلفی حفظہ اللہ کو پھر بھی یہ ضد ہے کہ یہ درست نہیں ہے، یہ ناقابل فہم ہے، چنانچہ اپنی کتاب ''تاریخ مرکزی دارالعلوم'' کے ص ۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

(علامہ عبدالوہاب آروی رحمہ اللہ کی) محولہ بالا تحریر سے مخدومی المحترم مولانا فیضی صاحب حفظہ اللہ نے جامعہ رحمانیہ (یعنی عمائدین بنارس۔ف) کی پیش کش کو مقدم ٹھہرایا ہے، اور اکبر پور جمنی کی پیش کش کو مؤخر۔ آں محترم نے کیسے اس کا استنباط کیا ہے، کم از کم وہ خاکسار کے فہم وادراک سے بالاتر ہے۔''

بلکہ ص ۵۹ میں ایک پیراگراف کے اخیر میں لکھتے ہیں کہ:

''لیکن عمائدین بنارس نے علامہ آروی کو مالیگاؤں کے اجلاس سے پیشتر کوئی پیغام نہیں دیا تھا۔''

یہ ضد عربی کے ایک ضرب المثل کی یاد دلاتی ہے یعنی عنزۃ ولو طارت (اڑ گئی تب بھی بکری ہے) غالباً اس کا قصہ یہ ہے کہ دو عرب بدویوں نے دوری پر ایک جانور دیکھا، ایک نے کہا وہ طیر (پرندہ) ہے، دوسرے نے کہا نہیں، عنزۃ (بکری) ہے، دونوں اپنی اپنی بات پر اڑ گئے، ضد ہوگئی، ایک بار بار کہتا رہا کہ وہ طیر (پرندہ) ہے، دوسرے کو ضد رہی کہ نہیں وہ عنزۃ (بکری) ہے، اسی دوران وہ جانور اڑ گیا، تو جو اسے طیر (پرندہ) کہہ رہا تھا، اس نے کہا، لو دیکھو اڑ گیا، میں کہہ رہا تھا نہ کہ وہ طیر ہے (پرندہ) ہے، تو دوسرے نے ضد میں آکر کہا: اڑ گیا تب بھی عنزہ ہے (بکری ہے) عنزۃ ولو طارت۔

دراصل مولانا سلفی وغیرہ کو غلطی یہاں سے لگی ہے کہ خود علامہ آروی رحمہ اللہ کی بعض تحریروں میں اخوان اکبر پور جمنی کے مرکزی دارالعلوم کے لئے زمین کی پیش کش کے پہلے ہونے کی تصریح ملتی ہے جیسا کہ مولانا سلفی نے اپنی کتاب کے صفحہ ۶۲ میں نقل فرمایا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کا تعلق پیش کش سے متعلق خط یا بلفظ دیگر تحریری پیش کش سے ہے، ورنہ اصل پیش کش تو بہر حال عمائدین بنارس کی ہی مقدم ہے جیسا کہ مذکورہ مسلمہ مقدمات وتصریحات سے واضح طور پر ثابت ہے لیکن چونکہ عمائدین بنارس کی یہ پیش کش اولاً زبانی تھی، مگر علامہ نذیر احمد رحمانی املوی اور علامہ شیخ الحدیث مبارکپوری جیسے اعاظم جماعت کے واسطہ سے تھی۔ لیکن زبانی تھی، جو اجلاس مالیگاؤں منعقدہ اکتوبر ۱۹۵۸ء سے تقریباً ایک سال پیشتر کی گئی تھی۔ اور اخوان جمنی کی پیش کش اس کے برس دن بعد اجلاس مالیگاؤں کے موقعہ پر کہی گئی تھی۔ لیکن خط لکھ کر کی گئی تھی، یعنی تحریری تھی، عمائدین بنارس گرچہ اس سے تقریباً ایک سال پہلے پیش کش کر چکے تھے، لیکن اس بارے میں علامہ آروی کو خط اجلاس مالیگاؤں کے بعد لکھا، اسی لئے مالیگاؤں کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں اخوان جمنی کی پیش کش کو جو تحریری تھی رکھا گیا، اور اس پر غور وخوض ہوا، تاہم اسے منظوری نہیں دی گئی۔ کیونکہ رجحان عمائدین بنارس کی پیش کش کی طرف تھا، جو اس اجلاس سے تقریباً ایک سال پہلے موصول ہوچکی تھی۔

پھر اس اجلاس کے بعد علامہ آروی کے وطن واپس پہنچنے کے بعد آپ کو عمائدین بنارس نے اس بارے میں خط لکھا اور بنارس آنے کی دعوت دی، علامہ آروی بنارس آئے زمین بھی دیکھی اور اس بارے میں عمائدین بنارس سے تبادلہ خیال کے بعد آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس کے لئے یکم مارچ ۱۹۵۹ء کی تاریخ طے ہوئی، جس کا بنیادی ایجنڈا عمائدین بنارس کی مرکزی دارالعلوم کے لئے زمین کی پیش کش پر غور وفیصلہ تھا۔

☆ المختصر، وقت مقررہ پر اجلاس زیر صدارت علامہ آروی رحمۃ اللہ علیہ منعقد ہوا، عمائدین بنارس کی پیش کش پر غور وخوض ہوا اور اسے شکریہ کے ساتھ بالاتفاق منظوری دی گئی، اور بنارس میں اسی موقوفہ زمین پر مرکزی دارالعلوم کے قیام کا حتمی وقطعی فیصلہ کرلیا گیا، اور اس کے لئے خاکہ ونقشہ کی تیاری اور سرمایہ کی فراہمی کے لئے کمیٹیوں کی بھی تشکیل کردی گئی، ان سب امور کا ذکر گرامی قدر مولانا مطیع اللہ سلفی حفظہ اللہ نے بھی اپنی کتاب کے صفحات ۶۵،۶۷ میں کیا ہے۔ اور مولانا رفیع احمد مدنی حفظہ اللہ نے بھی اپنی کتاب کے صفحہ ۵۷ میں کیا ہے۔

☆ بہر حال عمائدین بنارس نے مرکزی دارالعلوم کا ایک ابتدائی نقشہ بنوایا اور مولانا رفیع احمد مدنی کے بیان کے مطابق اکتوبر ۱۹۸۹ء میں علامہ آروی رحمہ اللہ مکرر بنارس پہنچے۔ خاکے اور نقشے کو دیکھا... جزوی ترمیم کا فیصلہ ہوا، وہ جزوی ترمیم کرادی گئی، اور اس کے بعد استصواب رائے کی غرض سے، ترجمان یکم دسمبر ۱۹۵۹ء کے شمارے میں اسے شائع کردیا گیا۔'' (ص۶۷) بحوالہ ترجمان ۱۵؍دسمبر ۱۹۵۹ء

☆ پھر عمائدین بنارس نے نوگڈھ کانفرنس کے انعقاد سے پہلے علامہ آروی کو خط لکھ کر مطلع کیا کہ کارپوریشن میں داخل کرنے کے لئے پختہ نقشہ بنوایا گیا ہے، چنانچہ علامہ آروی نوگڈھ کانفرنس کے خطبۂ صدارت میں تحریر فرماتے ہیں: بنارس کے تازہ مکتوب سے معلوم ہوا جو میرے نام آیا ہے، کہ مقامی ذمہ داروں نے بنارس

کارپوریشن میں داخل کرنے کے لئے عمارت (مرکزی دارالعلوم۔ف) کا پختہ نقشہ بنوالیا ہے۔'' (ص۱۰) اور حضرت مولانا مختاراحمد ندوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اخبار اہل حدیث یکم نومبر ۱۹۶۱ء سے یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ مرکزی دارالعلوم کا نقشہ بنارس کارپوریشن میں منظوری کے لئے داخل کردیا گیا ہے۔(اہل حدیث ۱۵/نومبر ۱۹۶۱ء)

☆ اور یہ نقشہ بنارس کارپوریشن میں داخل کرکے نوگڈھ کانفرنس کے انعقاد سے پہلے ہی پاس اور منظور کرالیا گیا تھا، چنانچہ ''ترجمان'' یکم دسمبر ۱۹۶۱ء میں مرقوم ہے کہ اکابر جماعت اہل حدیث مدنپورہ بنارس دارالعلوم کا پاس شدہ نقشہ (کانفرنس میں) ہمراہ لائے تھے، جسے وہ کارپوریشن سے منظور کراچکے تھے'' (مقالہ مرکزی دارالعلوم تحریروں کے آئینے میں ص ۲۰۸) از خورشید عبدالجلیل الیس نگری)

☆ مرکزی دارالعلوم کے مجوزہ نقشہ کی ایک کاپی نوگڈھ کانفرنس کے اسٹیج پر بھی آویزاں کی گئی، (مولانا عبدالسلام مدنی حیات وخدمات ص ۸۷، بحوالہ البلاغ نومبر ۱۹۹۱ء) جس کا عام لوگوں نے مشاہدہ کیا۔

☆ نوگڈھ کانفرنس میں صدر اجلاس علامہ عبدالوہاب آروی کے خطبۂ صدارت میں، صدر مجلس استقبالیہ مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈا نگری کے خطبہ استقبالیہ میں اور مولانا مختار احمد ندوی وغیرہ رحمہم اللہ کی تقریر میں مرکزی دارالعلوم، اس کے قیام، اس کی ضرورت واہمیت اس کے خاکہ ومنصوبہ اور اقدامات کا تذکرہ ہوا، جسے تمام حاضرین نے سنا۔

اس طرح مرکزی دارالعلوم اور اس کے قیام کے لئے جاری اقدامات اور کارروائیوں کا جو نوگڈھ کانفرنس سے پہلے ہی ہوچکی تھیں مگر اعیان جماعت تک محدود تھیں نوگڈھ کانفرنس کے موقع سے منظر عام تک آئیں، عام لوگوں کو بھی ان کا علم ہوا۔

مولانا رفیع احمد مدنی حفظہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ مجلس عاملہ (آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس) نے جس مرکزی دارالعلوم کے قیام کا منصوبہ یہ بتایا تھا، نوگڈھ کانفرنس نے اس کو قبول عام دیا، اس معنی میں اگر کہا جائے: مرکزی دارالعلوم نوگڈھ کانفرنس کی دین ہے''۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔'' (مولانا کی کتاب ص ۸۷)

لیکن اس معنی میں مرکزی دارالعلوم کو نوگڈھ کانفرنس کی دین قرار دینا کہ نوگڈھ کانفرنس ہی میں مرکزی دارالعلوم اور اس کے قیام کا خاکہ تیار ہوا (یعنی اسی کانفرنس کے موقع پر لوگوں نے اس کے لئے زمین کی پیش کش کی، اس موقع پر مجلس عاملہ میں اس پر غور وخوض ہوا اس کو منظوری دی گئی، اور بنارس میں اس کے قیام کا حتمی فیصلہ کیا گیا، اس کے لئے نقشہ بنوانے اور کارپوریشن سے اس کو پاس کرانے کے لئے کمیٹی کی تشکیل کی گئی، وغیرہ) تو اس معنی میں مرکزی دارالعلوم کو نوگڈھ کانفرنس کی دین قرار دینے کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ مولانا مدنی آگے تحریر فرماتے ہیں:

''تاہم یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ مرکزی دارالعلوم کے قیام کا خاکہ اس (نوگڈھ کانفرنس) سے پہلے تیار ہوچکا تھا'' (ص ۸۷)

کیونکہ جیسا کہ گذشتہ سطور میں یہ تفصیل بیان ہوئی کہ اس نوگڈھ کانفرنس (نومبر ۱۹۶۱ء) سے بہت پہلے عمائدین بنارس مرکزی دارالعلوم کے لئے زمین کی پیش کش دسمبر ۱۹۵۷ء کے قریب کرچکے تھے، اور مارچ ۱۹۵۹ء ہی میں مجلس عاملہ میں اس پر غور وخوض کرکے شکریہ کے ساتھ اس کو منظوری دی جاچکی تھی، اور بنارس میں مرکزی دارالعلوم کے قیام کا قطعی فیصلہ کردیا گیا تھا، پھر نوگڈھ کانفرنس سے پہلے ہی اسی موقوفہ زمین پر مرکزی دارالعلوم کی عمارت کا نقشہ بنوالیا گیا تھا، اور اسے بنارس کارپوریشن میں داخل کرکے پاس اور منظور کرلیا گیا تھا... الخ۔ یوں نوگڈھ کانفرنس سے پہلے بنارس میں مرکزی دارالعلوم کے قیام کا خاکہ تیار ہوچکا تھا اور اس کی داغ بیل پڑ چکی تھی، میں سمجھتا ہوں کہ مولانا رفیع احمد مدنی حفظہ اللہ کا مطلب بھی بلفظ دیگر یہی ہے۔ مکرر موصوف کے الفاظ پڑھئے: ''یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ مرکزی دارالعلوم کے قیام کا خاکہ اس (نوگڈھ کانفرنس) سے پہلے تیار ہوچکا تھا۔'' ظاہر ہے آپ کی مراد ''مرکزی دارالعلوم بنارس'' ہے۔ مولانا مدنی حفظہ اللہ کی تحریر پڑھ کر مجھے نہایت مسرت وطمانیت حاصل ہوئی ہے، زادہ اللہ بسطۃ فی العلم والعمل والخیر والبرکۃ۔ آمین

یہاں یہ وضاحت وصراحت بھی ضروری ہے کہ اس نوگڈھ کانفرنس (منعقدہ ۱۶-۱۹/نومبر ۱۹۶۱ء) سے پہلے کی بات ہے کہ عمائدین بنارس نے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ مرکزی دارالعلوم کے قیام اور اس کے انتظام وانصرام کی سرپرستی فرمائے۔ ہم لوگ یہ کام اس کی سرپرستی ہی میں کرنا چاہتے ہیں۔ اعیان بنارس کی اس درخواست پر نوگڈھ کانفرنس سے ایک روز پہلے ہونے والی مجلس عاملہ کی میٹنگ منعقدہ ۱۵/نومبر بعد نماز مغرب بمقام آفاق منزل (نوگڈھ) زیر صدارت علامہ آروی، میں غور وخوض ہوا مگر اس درخواست کی منظوری کو چند وضاحت طلب امور کی اعیان بنارس کی طرف سے وضاحت حاصل ہونے پر موقوف ومعلق رکھا گیا، (اہل حدیث یکم دسمبر ۱۹۶۱ء)، اس کارروائی کا ذکر میں نے تاریخ مرکزی دارالعلوم کے موضوع پر اپنی دونوں کتابوں میں کیا ہے۔ (ص ۳۵-۳۶) حضرت مولانا داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ نے اسی کارروائی اور تجویز کا اپنے ایک مضمون میں اجمالاً بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے: ''بہ سلسلہ مرکزی دارالعلوم تجویز پاس کردہ در اجلاس نوگڈھ کانفرنس منعقدہ ۱۵/نومبر ۱۹۶۱ء''۔ اس کارروائی اور تعلیق کا تقاضا تھا کہ اب اس موضوع پر کسی کارروائی کے لئے عمائدین بنارس کے جواب کا انتظار کیا جائے۔ چنانچہ

اسی لئے نوگڈھ کانفرنس کے موقع پر مرکزی دارالعلوم سے متعلق اس ایک تجویز اور قرار داد کے بعد کسی تجویز اور قرار داد کے مجلس عاملہ میں پیش اور پاس ہونے کا ذکر نہیں ملتا، (میری معلومات کی حد تک) واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

بہرحال اعیان بنارس نے نوگڈھ کانفرنس کے بعد جلد ہی ۲۸/دسمبر ۱۹۶۱ء کو وضاحت طلب امور کی وضاحت لکھ کر صدر محترم کو بھیج دیں۔ اس پر آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۲۴/نومبر ۱۹۶۲ء بمقام دہلی، میں غور و خوض ہوا۔ اور سرپرستی کی نوعیت اور تفصیلات طے ہوئیں، اور اعیان بنارس کی مذکورہ درخواست کو منظوری دی گئی۔ اور دراصل یہاں سے مرکزی دارالعلوم کی تاسیس وتعمیر سے متعلق کارروائیاں آگے بڑھیں۔ اعیان بنارس اور عمائدین آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے باہمی رائے مشورہ اور اشتراک عمل سے مرکزی دارالعلوم بنارس کی تعمیر کے سلسلہ کے اقدامات شروع ہوئے، اس کے لئے اعلان واشتہار اور تعاون کی اپیلیں شائع کی جانے لگیں، سنگ بنیاد رکھے جانے اور اجلاس عام کی تاریخیں طے ہوئیں۔ (۲۹، ۳۰/نومبر ۱۹۶۳ء بروز جمعہ وہفتہ) اور پروگرام کے مطابق سعودی سفیر برائے ہند شیخ یوسف الفوزان (رحمہ اللہ) نے ۲۹/نومبر کو بعد نماز جمعہ اعیان واخوان جماعت اہل حدیث ہند کی موجودگی میں مرکزی دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھا۔ المختصر، اعیان بنارس، عمائدین آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس اور اخوان جماعت اہل حدیث ہند خواص وعوام کی مشترکہ مساعی جمیلہ سے آل انڈیا اہل حدیث کی سرپرستی میں مرکزی دارالعلوم (بنارس) قائم ہوا۔ فالحمد للہ وبنعمتہ تتم الصالحات (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ناچیز کی کتاب: تاریخ مرکزی دارالعلوم، بنارس)

رہا بعض افاضل کا سبقت وتقدیم فی الخیر کے باعث شرف وفضیلت ہونے میں تردد، تو اس کی تردید کے لئے شروع مضمون میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہی کافی ہے، باقی موصوف کی بہت سی بے جوڑ اور بے محل باتیں، تو ان کا پوسٹ مارٹم میری کتاب ''مرکزی دارالعلوم بنارس کی داغ بیل کی تاریخ'' میں کر دیا گیا ہے، اسے وہیں (ص ۶۸، ۶۹) میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

ولنعم ماقیل

ولو قبل مبکاھا بکیت صبابة
بسعدی شفیت النفس قبل التندم
ولکن بکت قبلی فھیج لی البکا
بکاھا فکان الفضل للمتقدم

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات و کاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ''جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

توحید کی حقیقت

ڈاکٹر صالح بن فوزان

توحید کی دو قسمیں ہیں: توحید معرفت و اثبات، یہی توحید ربوبیت ہے، اس سے مراد اس بات کا اقرار ہے کہ تنہا اللہ تعالیٰ ہی ساری مخلوق کا پیدا کرنے والا، کائنات کا نظم و نسق چلانے والا، زندگی اور موت دینے والا، خیر لانے والا اور شر روکنے والا ہے۔ توحید کی اس قسم میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا حتی کہ مشرکین نے بھی اپنے شرک کے باوجود اس کا اقرار کیا ہے اور انکار کی جرأت نہیں کی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے: قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ

''کہہ دیجئے کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کون سننے اور دیکھنے کا مالک ہے؟ کون مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردہ کو نکالتا ہے؟ اور کون تدبیر کرتا ہے سارے امور کی؟ پس البتہ کہیں گے اللہ، پس آپ کہہ دیجئے پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔'' (یونس: ۳۱)

اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جن میں واضح طور پر اس بات کا بیان ہے کہ مشرک لوگ توحید کی اس قسم کے قائل تھے۔ توحید کی جس دوسری قسم کا وہ انکار کرتے تھے وہ توحید عبادت ہے۔

توحید عبادت کا مطلب یہ ہے کہ بندے کی ہر قسم کی عبادتوں کا صرف اللہ تعالیٰ کو مطلوب و مقصود قرار دیا جائے، جیسا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا مدلول اور مفاد ہے۔ یہ کلمہ ہر قسم کی عبادت کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ثابت کرتا ہے اور غیر اللہ سے اس کی نفی کرتا ہے۔

اسی لئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کو یہ کلمہ پڑھنے کے لئے کہا تو انہوں نے انکار کیا اور کہنے لگے:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ''کیا اس (نبی) نے سب معبودوں کو ایک معبود کر دیا! یہ تو بڑی انوکھی بات ہے۔'' (ص: ۵)

کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جس نے یہ کلمہ پڑھ لیا اس نے اللہ کے ماسوا ہر چیز کی عبادت کے باطل ہونے کا اعتراف کیا اور تنہا اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کا اثبات کیا۔ کیونکہ ''الہ'' کے معنی معبود کے ہیں اور عبادت: نام ہے ان ظاہری اور باطنی اقوال و اعمال کا جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا اور ان سے راضی و خوش ہوتا ہے۔ لہٰذا جس کسی نے یہ کلمہ پڑھنے کے باوجود بھی غیر اللہ کو پکارا اس نے اپنے ہی قول کی خلاف ورزی کی۔

توحید ربوبیت اور توحید الوہیت لازم و ملزوم ہیں، یعنی توحید ربوبیت کا اقرار اس بات کو واجب ٹھہراتا ہے کہ توحید الوہیت کا اقرار کیا جائے اور اس کے تقاضوں کو ظاہری و باطنی طور پر ادا کیا جائے۔ اسی لئے سارے رسول علیہم الصلاۃ السلام اپنی امتوں سے اس بات کا مطالبہ کرتے رہے ہیں اور ان کے توحید ربوبیت کے اقرار کو توحید الوہیت کا اقرار کرنے پر دلیل بناتے رہے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ''وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، لہٰذا اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے۔'' (الانعام: ۱۰۲)

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ''اور اگر تو ان سے سوال کرے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو یہ ضرور کہیں گے اللہ نے (اور ان سے) کہو بھلا بتلاؤ تو سہی اگر اللہ تعالیٰ مجھے تکلیف پہنچانا چاہے تو تم جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہو کیا وہ اس کی (بھیجی ہوئی) تکلیف کو دور کر سکتے ہیں؟ یا اگر مجھ پر رحمت فرمانا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں۔'' (الزمر: ۳۸)

توحید ربوبیت کا اقرار انسانی فطرت میں داخل ہے، کوئی مشرک بھی اس میں اختلاف نہیں کرتا، دنیا کے سارے گروہوں میں دہریوں کے سوا کسی نے اس کا انکار نہیں کیا، دہریہ خالق کا انکار کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ نظام جہاں بغیر کسی مدبر و منتظم کے خود بخود چل رہا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق بیان کیا ہے:

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ''اور انہوں نے کہا ہماری تو یہی دنیا کی زندگی ہے (دنیا ہی میں) مرتے ہیں اور (یہیں) جیتے رہتے ہیں اور زمانہ ہی ہم کو ہلاک کرتا ہے۔'' (الجاثیہ: ۲۴)

چنانچہ اللہ نے ان کی تردید ان الفاظ میں فرمائی: وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ''انہیں اس بارے میں کچھ علم نہیں، وہ تو صرف اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔'' (الجاثیہ: ۲۴)

دہریوں کا انکار کسی دلیل پر مبنی نہیں تھا، ان کے پاس صرف ظن تھا اور ظن تو حق سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا، نیز وہ اللہ تعالیٰ کی اس بات کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے:

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ''کیا وہ آپ ہی آپ (بغیر کسی بنانے والے کے) بن

گئے ہیں یا انہوں نے خود (اپنے کو) بنایا ہے؟ کیا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں لاتے۔'' (الطّور: ۳۵۔۳۶)

اور نہ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی اس بات کا جواب دے سکے:

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ''اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی تو یہ چیزیں ہیں پس مجھے دکھلاؤ کہ اللہ کے سوا دوسرے لوگوں نے کیا پیدا کیا ہے؟'' (لقمان:۱۱)

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ''کہہ دیجئے! بھلا دیکھو تو سہی جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے دکھاؤ تو سہی انہوں نے زمین میں کیا بنایا ہے یا کیا آسمانوں میں ان کی شراکت ہے؟'' (الاحقاف:۴)

بظاہر جس نے توحید کی اس قسم کا انکار کیا ہے مثلاً فرعون، وہ بھی دل سے اس کا اقراری رہا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے متعلق فرمایا: قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''تو خوب جان چکا ہے کہ ان نشانیوں کو آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے ہی اتارا ہے۔'' (الاسراء:۱۰۲)

نیز اس کے اور اس کی قوم کے متعلق فرمایا: وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَیْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ''ان کے دلوں میں ان نشانیوں کا یقین آ گیا تھا لیکن انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کیا۔'' (النمل:۱۴)

پہلی امتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَعَادًا وَّثَمُوْدَاْ وَقَدْ تَّبَیَّنَ لَکُمْ مِّنْ مَّسٰکِنِهِمْ وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَکَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ ''اور عاد و ثمود کو بھی (ہلاک کیا) اور ان کے گھر تمہارے لئے ظاہر ہیں، شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے واسطے زینت دی اور ان کو (سچی) راہ سے روک دیا، حالانکہ وہ سب کچھ دیکھنے والے تھے۔'' (لعنکبوت:۳۸)

جس طرح انسانوں کے کسی معروف گروہ نے توحید کی اس قسم کا انکار نہیں کیا اسی طرح فی الغالب اس قسم میں شرک کا وقوع بھی نہیں ہوا، چنانچہ سب کے سب اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ تنہا اللہ ہی پیدا کرنے والا اور کائنات کا نظم و نسق چلانے والا ہے، اور دنیا کے گروہوں میں سے کسی نے بھی صفات و افعال میں برابر دو خالق ثابت نہیں کئے ہیں، مجوسیوں میں سے ثنویہ جو کائنات کے دو خالق ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایک خیر کا خالق اور وہ نور ہے اور دوسرا شر کا خالق اور وہ تاریکی ہے۔ وہ بھی نور اور ظلمت کو برابر نہیں سمجھتے، نور ان کے نزدیک اصل ہے اور ظلمت ایک وقتی شے ہے، اور ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ روشنی تاریکی سے بہتر ہے۔

اسی طرح نصاریٰ جو تثلیث کے قائل ہیں انہوں نے بھی عالم کے تین الگ الگ رب نہیں ثابت کئے ہیں، بلکہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ عالم کا پیدا کرنے والا ایک ہی ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ باپ سب سے بڑا الٰہ (معبود) ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ توحید ربوبیت کا اثبات محل اتفاق ہے اور اس میں شرک کا وقوع کم ہی ہوا ہے، لیکن مسلمان بننے کے لئے صرف اسی کا اقرار کافی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کے لئے اس کے لازمی امر یعنی توحید الوہیت کا اقرار بھی ضروری ہے، کیونکہ کافر امتیں اور خصوصاً عرب کے مشرکین جن میں خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کئے گئے، توحید ربوبیت کا اقرار کرتے تھے، لیکن یہ توحید الوہیت کا اقرار نہ کرنے کی وجہ سے مسلمان نہ بن سکے۔

قرآن کریم کی آیات پر غور و فکر کرنے والے کے لئے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ وہ توحید الوہیت کا مطالبہ کرتی ہیں اور اس پر توحید ربوبیت سے استدلال کرتی ہیں، چنانچہ جس بات کا مشرکوں نے انکار کیا ان آیات میں اس کا مطالبہ کیا جاتا ہے، اور جس بات کا انہوں نے اثبات کیا ہے اسے اس پر بطور دلیل کے پیش کیا جاتا ہے۔ ان آیات میں انہیں توحید عبادت کا حکم دیا گیا ہے اور اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ وہ توحید ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں، پس توحید عبادت کو سیاق طلب میں اور توحید ربوبیت کو خبر کے پیرایہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں جو پہلا حکم ہے وہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. ''اے لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو، جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ، جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی برسا کر تمہارے کھانے کے لئے پھلوں کو نکالا۔ پس تم اللہ کے لئے شریک نہ بناؤ اور تم جانتے ہو۔'' (البقرہ:۲۱۔۲۲)

قرآن کریم میں اکثر و بیشتر توحید عبادت کی طرف دعوت، اس کا حکم اور اس کے متعلق اٹھائے گئے شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی ہر سورت بلکہ ہر آیت اسی توحید کی طرف دعوت دیتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں یا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء و صفات و افعال کے متعلق خبر ہے اور یہی توحید ربوبیت ہے، یا اس میں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنے اور اس کے ماسوا کی عبادت ترک کرنے کی دعوت ہے اور یہی توحید الوہیت ہے۔

یا اس میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل توحید اور اپنے اطاعت گزاروں کو کس طرح دنیا و آخرت میں نوازا ہے اور یہ توحید کا بدلہ ہے۔

یا قرآن کریم میں مشرکوں اور دنیا و آخرت میں ان کی سزا کے متعلق بتلایا گیا ہے اور یہ توحید سے بغاوت کرنے والوں کا بدلہ ہے، یا قرآن کریم میں احکام اور

شریعت سازی ہے اور یہ توحید کے حقوق میں سے ہے کیونکہ شریعت سازی کا حق صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔

کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' توحید کی تمام قسموں کو شامل ہے، کیونکہ یہ نفی اور اثبات پر مشتمل ہے، اللہ کے ماسوا سے حقیقی الوہیت کی نفی اور تنہا اللہ تعالیٰ کے لئے اس کا اثبات۔ اسی طرح یہ کلمہ ولاء اور براء پر بھی مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے ولاء (دوستی) اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے براءت (بیزاری) اور دین توحید انہی دو اساس پر قائم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے متعلق بتلایا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ''جس چیز کی تم عبادت کرتے ہو میں اس سے بیزار ہوں مگر اس سے جس نے مجھے پیدا کیا وہ عنقریب میری راہنمائی کرے گا'' (الزخرف: ۲۶-۲۷)

اور یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کردہ ہر رسول کا دستور ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ''ہم تو ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیج چکے ہیں (یہ حکم دے کر) کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو'' (النحل: ۳۶)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ''پس جو کوئی طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے یقیناً مضبوط کڑا پکڑ رکھا ہے جو ٹوٹنے والا نہیں۔'' (البقرہ: ۲۵۶)

لہٰذا جس نے (لا الہ الا اللہ) کہا اس نے غیر اللہ کی عبادت سے اظہار براءت کیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اپنے آپ کو پابند کرلیا، اور یہ وہ عہد ہے جس کی پابندی کی ذمہ داری انسان خود قبول کرتا ہے۔

فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ''پس جو کوئی عہد توڑے اس کے عہد توڑنے کا نقصان اسی کی جان کو ہے اور جو کوئی اس عہد کو پورا کرے جو اس نے اللہ سے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑا ثواب دے گا'' (الفتح: ۱۰)

لا الہ الا اللہ توحید عبادت کا اعلان ہے کیونکہ ''الہ'' کے معنیٰ معبود کے ہیں، اس لئے اس کلمہ کے معنیٰ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی معبود برحق نہیں۔ لہٰذا اس کلمہ کے معنیٰ کو جانتے ہوئے اسے پڑھنے والا، اور اس کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے شرک کی نفی اور توحید کا اقرار کرنے والا، اور اس پر اعتقاد رکھنے والا اور عمل کرنے والا صحیح معنوں میں مسلمان ہے۔ اور جس نے یہ کلمہ پڑھا اور دل کے اعتقاد کے بغیر ظاہری طور پر اس کے تقاضوں کو پورا کیا وہ منافق ہے۔ اور جو کوئی زبان سے تو اس کلمہ کو پڑھے لیکن اس کے منافی مشرکانہ اعمال کا ارتکاب کرے وہ کافر ہے اگر چہ وہ اس کلمہ کو بار بار دہرائے، جیسا کہ آج کل کے قبر پرست ہیں جو یہ کلمہ اپنی زبانوں سے پڑھتے ہیں لیکن اس کے معنی کو بالکل نہیں سمجھتے، ان کے برتاؤ کی تبدیلی اور اعمال کی درستگی میں اس کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا، وہ لا الہ الا اللہ بھی کہتے ہیں اور مدد یا عبدالقادر، یا بدوی، یا فلاں، یا فلاں بھی پکارتے ہیں۔ وہ مُردوں کو مدد کے لئے پکارتے ہیں اور مصائب میں ان سے فریاد کرتے ہیں۔ پہلے مشرکوں نے کلمہ کے معنی کو ان سے بہتر سمجھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (لا الہ الا اللہ) کہنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ ان سے بتوں کو عبادت چھوڑنے اور ایک اللہ کی بندگی کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے، اسی لئے انہوں نے کہا:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ''کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کا ایک ہی معبود کر دیا'' (ص: ۵) اور قوم ہود نے کہا: اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ''کیا تو اس لئے ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ان کو چھوڑ دیں۔'' (الاعراف: ۷۰)

اور قوم صالح نے ان سے کہا: اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ''کیا تو ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے روکتا ہے جن کو ہمارے باپ داد اپوجتے آئے ہیں۔'' (ھود: آیت ۶۲)

اور ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا: وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ''اور انہوں نے کہا تم ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور نہ ودّ کو، اور نہ سواع کو اور نہ ہی یغوث ویعوق اور نسر کو۔'' (نوح: ۲۳)

کافروں نے لا الہ الا اللہ کے معنی یہ سمجھے کہ بتوں کی عبادت کو چھوڑ دیا جائے اور صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔ اسی لئے انہوں نے اس کلمہ کے پڑھنے سے انکار کیا کیونکہ اس کے پڑھنے کے بعد لات وعزی ومنات کی عبادت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ آج کے قبر پرست اتنا تناقض کو نہیں سمجھ پاتے، چنانچہ وہ اس کلمہ کو بھی پڑھتے ہیں اور مردوں کی پوجا بھی کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ لوگ ''الہ'' سے مراد اختراع، تخلیق اور ایجاد پر قدرت رکھنے والا بیان کرتے ہیں، اس طرح اس کلمہ کے معنی ہوں گے:

''نئے سرے سے تخلیق پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قدرت نہیں رکھتا'' لیکن یہ انتہائی فحش غلطی ہے، کیونکہ جس نے کلمہ کی یہ تفسیر بیان کی ہے اس نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا ہے جس کا اقرار مشرکین بھی کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق بیان کیا ہے کہ وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اختراع وتخلیق، روزی اور زندگی وموت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، لیکن اس اقرار کے باوجود وہ مسلمان نہیں کہلائے۔ اگر چہ یہ معنی جو وہ لوگ بیان کرتے ہیں لا الہ الا اللہ کے معنی میں شامل ہے لیکن وہ اس کلمہ کا اصل مقصود نہیں۔ ☆☆

اللہ کن لوگوں سے محبت کرتا ہے؟

ابومعاویہ شارب بن شاکر السلفی

(1) دل جوئی ویکسوئی کے ساتھ کام کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے:

دین ودنیا میں کامیابی کا ایک اہم راز یہ ہے کہ جو بھی کام کیا جائے وہ دل جوئی ویکسوئی، ذوق وشوق کے ساتھ کیا جائے یہی وجہ ہے کہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں جگہ جگہ پر دل جوئی ویکسوئی کے ساتھ عبادتوں کو انجام دینے کی تلقین کی ہے،اور خود آپ ﷺ نے بھی نماز ودعا جیسی عبادتوں کو انجام دینے میں اس بات کی تاکیدی حکم دیا ہے کہ ہر عبادت کو دل جوئی ویکسوئی اور اطمینان قلب کے ساتھ ادا کیا جائے مگر افسوس آج کل دیکھا یہ جاتا ہے کہ لوگ کچھ دن خوب جی توڑ محنت ولگن سے کوئی کام کرتے ہیں اور پھر ہمت ہار جاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نہ تو ادھر کے رہتے ہیں اور نہ ہی ادھر کے رہتے ہیں اسی لئے آج آپ سب یہ بات یاد رکھ کر جائیں کہ ہر چیز میں محنت ولگن کی سخت ضرورت ہوتی ہے اور اللہ بھی اس چیز کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے بلکہ اللہ کو یہ بات پسند ہی ہے کہ جو بھی کام کیا جائے دل جوئی ویکسوئی کے ساتھ کیا جائے جیسا کہ سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا" إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُتْقِنَهُ " بے شک اللہ تعالی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب بھی تم میں سے کوئی ایک عمل کرے تو اس کو اچھائی اور عمدگی کے ساتھ کرے۔(الصحیحۃ:1113)ایک دوسری روایت کے اندر ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا" إِنَّ اللهَ تَعَالٰى يُحِبُّ مِنَ الْعَامِلِ إِذَا عَمِلَ أَنْ يُحْسِنَ " کہ بے شک کہ اللہ رب العزت اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب کوئی انسان کوئی کام کرے تو اسے عمدگی واچھائی کے ساتھ انجام دے۔(صحیح الجامع للألبانیؒ: 1891، الصحیحۃ: 1113) پتہ یہ چلا کہ جب اللہ رب العزت کو عمدگی واچھائی کے ساتھ کام کرنا پسند ہے تو ایسا کرنے والا بدرجہ اولی اللہ کی نظر میں محبوب ہوگا۔

(2) ایک ایسا صدقہ جس کو انجام دینے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے:

ہم انسان ہیں اور ہم انسانوں سے ایک دوسرے کے ساتھ رہنے سہنے، معاملات کو انجام دینے اور رشتے داری کو نبھانے میں کچھ اونچ نیچ ہو ہی جاتی ہے،ایک دوسرے کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں کچھ نہ کچھ ناچاقی آ ہی جاتی ہے مگر خیرو بھلائی اس میں ہے کہ اس اختلاف وانتشار وناچاقی کو جلد از جلد صلح کرکے ختم کرلیا جائے کیونکہ اللہ نے صلح میں ہی خیرو بھلائی رکھا ہے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے" وَالصُّلْحُ خَيْرٌ "،صلح بہت بہتر چیز ہے۔(النساء:128) ذرا فرمان الہی پر غور کیجئے کہ اللہ رب العزت کا یہ کہنا ہے کہ ہر کام اور ہر بات میں صلح ہی بہتر ہے مگر سماج ومعاشرے کے اندر آج کل کے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اڑ جاتے ہیں اور صلح کرنے کو اپنے ناک کا مسئلہ بنالیتے ہیں پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی انا میں وہ خود فنا ہوکر رہ جاتے ہیں اور اپنی دنیا وآخرت خود اپنی کرتوت سے برباد کرلیتے ہیں،اسی دنیوی واخروی ہلاکت وبربادی سے بچانے کیلئے تو رب العزت نے یہ حکم دیا کہ دیکھو اپنے ہر معاملات میں صلح کو ہاتھ سے جانے نہ دینا جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے " فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ " سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو۔(الانفال:1) اسی طرح سے ایک دوسری جگہ پر رب العزت نے فرمایا کہ " إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ " یادرکھو سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرادیا کرو،اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔(الحجرات: 10) ذرا غور کیجئے کہ رب نے لوگوں کو جوڑنے اور میل ملاپ کرانے کا حکم دیا ہے مگر افسوس صد افسوس آج سماج ومعاشرے میں اکثر ایسے لوگ ہیں جو آگ بجھانے اور آگ میں پانی ڈالنے کے بجائے آگ لگانے بلکہ آگ میں پیٹرول ڈالنے کی ناپاک کوشش کرتے رہتے ہیں اور ان کی کوشش وتگ ودو یہی رہتی ہے کہ دو بھائی اور دو خاندان آپس میں لڑتے رہیں اور وہ اپنا الو سیدھا کرتے رہیں تو ایسے لوگوں سے آپ ہوشیار رہیں اور ایسے لوگوں کو یہ بات جان لینی چاہئے کہ رب العزت تو ایسے لڑانے والوں اور آگ لگانے والوں سے نفرت کرتا ہے اور ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فراق میں لگے رہتے ہیں،جیسا کہ سیدنا ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا" أَلَا أَدُلُّكَ عَلَى صَدَقَةٍ يُحِبُّ اللَّهُ مَوْضِعَهَا " کیا میں تمہیں ایسا صدقہ نہ بتاؤں کہ اللہ اس مصرف کو بہت پسند کرتا ہے؟ تو وہ یہ ہے کہ " تُصْلِحُ بَيْنَ النَّاسِ فَإِنَّهَا صَدَقَةٌ يُحِبُّ اللَّهُ مَوْضِعَهَا " تم لوگوں کے درمیان صلح کروادیا کرو کیونکہ یہ ایک ایسا صدقہ ہے کہ اللہ اس مصرف کو بہت پسند کرتا ہے۔(الصحیحۃ:2644) معلوم یہ ہوا کہ جب اللہ رب العزت کو صلح کرنا اور کرانا پسند ہے تو جو مصلح یعنی صلح کرانے والا ہوگا تو وہ بھی محبوب الہی ہوگا،میرے دوستو! یہ صلح کرانا اور میل ملاپ کرادینا اور الفت ومحبت کے ساتھ رہنا یہ ایک ایسا نیک کام ہے جسے محبوب خدا ﷺ نے سب سے افضل عمل قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اے میرے صحابہ "أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِدَرَجَةٍ أَفْضَلَ مِنَ الصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ وَالصَّدَقَةِ " کیا میں تمہیں ایک ایسا درجہ نہ بتاؤں جو نماز، روزہ اور صدقہ کرنے سے

بھی افضل ہے،اورایک دوسری روایت کے اندر ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ’’أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِمَا هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصِّيَامِ ‘‘کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جوتمہارے لئے صدقہ کرنے اورروزہ رکھنے سے بہتر ہے،تو صحابۂ کرامؓ نے کہا کہ کیوں نہیں ضرور بتادیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ’’ صَلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ هِيَ الْحَالِقَةُ ‘‘ آپس کے تعلقات کودرست رکھنا اورہاں ایک بات یادرکھنا کہ آپس کا بگاڑ یہ مونڈ دینے والی چیز ہے یعنی دین کا خاتمہ کردینے والی چیز ہے۔(الادب المفرد:391،412 وقال الالبانیؒ: اسنادہ صحیح)اسی طرح سے ایک دوسرے کے درمیان صلح کرانا اورمیل ملاپ کرادینے کوتو آپ ﷺ نے سب سے افضل عمل قرادیتے ہوئے فرمایا کہ ’’مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ شَيْئًا أَفْضَلَ مِنَ الصَّلَاةِ وَصَلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ وَخُلُقٍ حَسَنٍ ‘‘انسان کاکوئی بھی عمل نماز،آپس کے تعلقات کی درستی اوراچھے اخلاق سے زیادہ افضل نہیں ہے۔(الصحیحۃ:1448)ہائے افسوس! جتنا یہ اعلی وارفع اور پاکیزہ وافضل عمل ہے اتنا ہی آج کا مسلمان اس سے کوسوں دور ہے اوردیکھا یہ جاتا ہے کہ ہرکس وناکس ایک دوسرے کوایک دوسرے سے جدا کرنے اورلڑانے کے چکرمیں لگارہتا ہے بلکہ سماج ومعاشرے کے اندرتو کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں لوگوں کوایک دوسرے سے لڑتادیکھ کرمزہ بھی آتا ہے اوروہ اندرہی اندر ایک دوسرے کوایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتے رہتے ہیں تو جولوگ بھی اس طرح کی اوچھی حرکت کرتے ہیں انہیں یہ بات یادرکھنی چاہئے کہ اللہ ایسے فسادیوں سے نفرت کرتا ہے۔

(3)اپنے اندراخلاق حسنہ کو پیدا کرواللہ کی محبت تمہیں مل جائے گی:

اخلاق حسنہ ایک ایسی چیز ہے جو اللہ اوراس کے رسول ﷺ کو بے حد محبوب ہے،(الصحیحۃ:792)اوراسی اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے تو نبیٔ اکرم ومکرم ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا،(الصحیحۃ:45)یہی وہ اخلاق حسنہ ہے جس کواپنا کرایک انسان اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کو بہت سارے روزے داراوررراتوں میں قیام کرنے والے لوگ ہی حاصل کرپاتے ہیں،(الصحیحۃ:794)اخلاق حسنہ سے متصف انسان بروز قیامت حشر کے میدان میں اپنے نبی کی محفل ومجلس میں ہوگا اور برے اخلاق والا انسان اپنے نبی سے اتنا ہی زیادہ دورہوگا،(الصحیحۃ:791)اخلاق حسنہ ہی وہ چیز ہے جس کو اپنانے والا اپنے نبی ﷺ کے نزدیک بھی محبوب بن جاتا ہے۔ (الصحیحۃ:792)اخلاق حسنہ ہی وہ چیز ہے جس سے انسان کی عمر میں اضافہ بھی ہوجاتا ہے، (الصحیحۃ:519)اچھا وعمدہ اخلاق اچھے انسان کی نشانی وعلامت بھی ہے،(الصحیحۃ: 2 8 6)اچھا وعمدہ اخلاق اپنانے والا کامل مومن بھی بن جاتا ہے۔(الصحیحۃ:284)اخلاق حسنہ ہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے بہت زیادہ لوگ جنت میں داخل کئے جائیں گے۔(الصحیحۃ:977،ترمذی:2004)اخلاق حسنہ یہ وہ نیک عمل ہے جو بروز قیامت ترازو میں بہت وزنی ہوگا۔(ترمذی:2002)الغرض اخلاق حسنہ کی ان ساری فضیلتوں میں سب سے عظیم فضیلت یہ بھی ہے کہ اخلاق حسنہ رب العزت کو بہت پسند ہے اور جن لوگوں کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں اللہ رب العزت ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جیسا کہ اسامہ بن شریکؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک کچھ لوگ آپ ﷺ کے پاس آئے اورسوال کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ آپ ہمیں یہ بتائیں کہ ’’مَنْ أَحَبُّ عِبَادِ اللَّهِ إِلَى اللَّهِ ‘‘ اللہ کے نزدیک اللہ کے بندوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ’’أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا ‘‘وہ لوگ اللہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہوتے ہیں جن کے اخلاق بہت اچھے ہوتے ہیں۔(الصحیحۃ:432)ایک دوسری روایت کے اندر ہے کہ سیدالکونین ﷺ نے فرمایا’’ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ وَيُحِبُّ مَعَالِيَ الْأَخْلَاقِ وَيُبْغِضُ سَفْسَافَهَا ‘‘ کہ بے شک رب العزت مہربان ہے اورمہربانی اوراچھے اخلاق کو پسند کرتا ہے اور برے اخلاق وکردار سے رب العزت کو نفرت ہے۔ (الصحیحۃ: 1 3 7 8،صحیح الجامع للألبانیؒ:1889)

(4)تین خوبیوں کواپناؤاوراللہ کی محبت کو پالو:

اگرآپ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ آپ سے محبت کرنے لگے تو پھر دیرکس بات کی ہے تین آسان خوبیوں کواپنالو،اللہ اوراس کے رسول کی محبت تمہیں مفت میں مل جائے گی،خادم رسول سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بحرین سے آئے ہوئے کچھ مہمان آپ ﷺ کے پاس قیام پذیر تھے کہ انہوں نے آپ ﷺ کووضوکرتے دیکھ کرآپ کے وضوکردہ پانی کی طرف لپکے،اس میں سے انہوں نے جو پایااس پانی کو پی لیا اورجو اس میں سے زمین پرگرچکا تھا تو انہوں نے اسے اپنے چہروں،سروں اوراپنے سینوں پرمل لیا،یہ دیکھ کرنبی ﷺ نے ان سے پوچھا کہ آپ لوگوں نے ایسا کیوں کیا؟ تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے آپ کی محبت میں ایسا کیا ہے اورہوسکتا ہے کہ ایسا کرنے سے ہمیں اللہ کی محبت بھی حاصل ہوجائے تو آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا کہ ’’إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ أَنْ يُحِبَّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ فَحَافِظُوا عَلٰى ثَلَاثِ خِصَالٍ ‘‘ اگرتم پسند کرتے ہوکہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ تم سے محبت کرے تو پھرتم سب تین خوبیوں کوہمیشہ کے لئے اپنالو! نمبرایک ’’ صِدْقِ الْحَدِيثِ ‘‘ ہمیشہ سچ بولا کرو،نمبردو ’’وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ ‘‘ امانتوں کوادا کردیا کرو اورنمبرتین ’’وَحُسْنِ الْجِوَارِ ‘‘ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا کرو،(اورہاں ایک بات یادرکھنا کہ)’’ فَإِنَّ أَذَى الْجَارِ يَمْحُو الْحَسَنَاتِ كَمَا تَمْحُو الشَّمْسُ الْجَلِيدَ‘‘ پڑوسیوں کوتکلیف دینے سے نیکیاں اس طرح مٹ جاتی ہیں جس طرح سے سورج کی تپش سے برف پگھل جاتا ہے۔(الصحیحۃ:

2998)۔اعاذنا اللہ۔۔افسوس صدافسوس جن تین خوبیوں کو اپنانے سے اللہ کی محبت حاصل ہوسکتی ہے آج ہم مسلمانوں میں وہ تین خوبیاں عنقاء ہوچکی ہیں۔

(5) تین عادتوں کے اپنانے پر محبت الٰہی کا حصول:

جن باتوں کی وجہ سے ایک مسلمان کو اللہ کی محبت حاصل ہوسکتی ہے ان میں سے ایک چیز صبر وتحمل اور ہر کام کو سوچ سمجھ کر انجام دینا اور جلد بازی سے پرہیز کرنا، افسوس صدافسوس آج ہم مسلمانوں میں یہ چیز بھی مفقود ہوچکی ہے، ہم ہر سنی سنائی ہوئی باتوں پر بغیر سوچے سمجھے فیصلہ کرنے بیٹھ جاتے ہیں، اے لوگو! جلد بازی میں فیصلہ کرنے اور فیصلہ لینے سے بچو کیونکہ جلد باز انسان کبھی بھی حق اور صحیح فیصلہ نہیں لے سکتا ہے، امام خواصؒ نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ " اَلْعَجَلَةُ تَمْنَعُ مِنْ إِصَابَةِ الْحَقِّ "، جلد بازی ہمیشہ حق بات تک پہنچنے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔(بیہقی:6477) یقیناً ہم اور آپ اپنی زندگی کے ہر معاملات میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہم خود نقصان اٹھاتے ہیں کیونکہ جلد بازی تو شیطانی چال اور ایک شیطانی حربہ ہے جیسا کہ محبوب خدا ﷺ نے فرمایا کہ "التَّأَنِّي مِنَ اللَّهِ وَالْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ " نرمی اور ٹھہراؤ اللہ کے طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی جانب سے ہے۔(الصحیحۃ: 1795، صحیح الجامع للألبانیؒ: 3011)اس لئے اے لوگو! جلد بازی سے بچا کرو ہمیشہ نقصان سے محفوظ رہو گے اور جو بھی کام کیا کرو ہمیشہ صبر وتحمل کے ساتھ اور سوچ سمجھ کر انجام دیا کرو، اگر ایسا کرو گے تو تمہیں کامیابی بھی ملے گی اور ساتھ میں اللہ کی محبت بھی تمہیں ملے گی جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں یہ حدیث مذکور ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے سیدنا اشجؓ سے کہا کہ اے اشج " إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ " تمہارے پاس دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ بہت پسند کرتا ہے اور وہ ہے " اَلْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ " نمبر ایک بردباری، یعنی عقلمندی وسمجھداری اور نمبر دو صبر وتحمل کے ساتھ سوچ سمجھ کر کام کرنا اور کسی بھی چیز میں جلدی نہ کرنا۔(مسلم:17) ابن ماجہ کے اندر یہی باتیں مذکور ہیں مگر اس میں اس بات کا ذکر موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے اشج "إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ الْحِلْمَ وَالْحَيَاءَ" تمہارے اندر دو خوبیاں ایسی ہیں جنہیں اللہ کو بہت پسند ہیں نمبر ایک عقلمندی وسمجھداری اور نمبر دو شرم وحیا۔(ابن ماجہ:4188 وقال الالبانیؒ: اسنادہ صحیح) پتہ یہ چلا کہ تین باتوں کو اللہ پسند کرتا ہے نمبر ایک بردباری یعنی عقلمندی وسمجھداری، نمبر دو صبر وتحمل اور نمبر تین شرم وحیا۔

(6) حمد باری تعالیٰ کرنے والوں سے اللہ محبت رکھتا ہے:

جن خوش نصیبوں سے رب العزت محبت کرتا ہے ان میں سے ایک خوش نصیب انسان وہ بھی ہے جو اللہ رب العزت کی زیادہ سے زیادہ حمد وثنا بیان کرے، اللہ رب العزت کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے بندے صرف اسی کی تعریف وتوصیف، حمد وثنا اور مدح وستائش بیان کریں جیسا کہ اسود بن سریعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ میں ایک شاعر ہوں تو کیا میں آپ کو وہ اشعار سناؤں جن میں میں نے اپنے رب کی حمد وثنا بیان کی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ " أَمَا إِنَّ رَبَّكَ يُحِبُّ الْحَمْدَ "، سنو! بے شک تمہارے رب کو اس کی حمد وثنا بیان کرنا بہت پسند ہے۔(صحیح الادب المفرد للألبانیؒ:859، الصحیحۃ:3179) پتہ یہ چلا کہ جب اللہ رب العزت کو اس کی حمد وثنا بیان کرنا پسند ہے تو جو حامد ہوگا وہ اللہ کی نظر میں ضرور محبوب ہوگا یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ جو آج دنیا میں بکثرت اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں تو کل بروز قیامت اللہ کے نزدیک سب سے افضل اور مقرب بندوں میں شمار کئے جائیں گے جیسا کہ عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "أَفْضَلُ عِبَادِ اللهِ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْحَمَّادُونَ " قیامت کے دن سب سے زیادہ افضل اور بہتر وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں بہت زیادہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف کیا کرتے تھے۔(الصحیحۃ:1584)

اللہ کی محبت کو پانے کے لئے جہاں آپ ایک طرف ان اعمال کو بجالائیں تو وہیں پر دوسری طرف آپ یہ خاص پیغام بھی یاد رکھ لیں کہ اگر آپ اللہ کی محبت کو پانا چاہتے ہیں تو پھر آپ اللہ سے یہ دعا بھی کرتے رہا کریں کہ اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں، اللہ کی محبت کو حاصل کرنے کے لئے دعائیں کرتے رہنا یہ کتنی عظیم چیز ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ خود جناب محمد عربی ﷺ بھی اللہ کو محبت کو پانے کے لئے دعائیں کیا کرتے تھے جیسا کہ ترمذی شریف کے اندر یہ حدیث مذکور ہے کہ اللہ رب العزت نے خود آپ ﷺ کو یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا اور کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ آپ یہ دعا پڑھا کریں " اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي وَتَرْحَمَنِي وَإِذَا أَرَدْتَ فِتْنَةً فِي قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُونٍ وَأَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُ إِلَى حُبِّكَ " اے اللہ! میں تجھ سے بھلائیاں اور نیکیاں کرنے، برائیوں کو چھوڑنے اور مسکینوں سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور جب تو لوگوں کو کسی فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو تو مجھے کسی فتنہ میں مبتلا کئے بغیر وفات دے دینا اور میں تجھ سے محبت کرنے والے کی محبت اور اس کام کی محبت کا سوال کرتا ہوں جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔(ترمذی:3235، وقال الالبانیؒ: اسنادہ صحیح)

آخر میں رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنی محبت سے نوازا اور اپنی ناراضگی سے محفوظ رکھے۔آمین ثم آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

نماز فجر کے فوائد اوراس کی آسان ادائیگی

پنج وقتہ نمازوں میں سب سے زیادہ قدرومنزلت اوراجروثواب والی نماز فجر کی نماز ہے جس سے ایک مسلمان اپنے دن کا آغاز کرتا ہے۔مسلمان کی زندگی میں فریضۂ نماز کی اہمیت اوراس کی قدرومنزلت کو ہم سب جانتے ہیں۔وہ دین کا ستون،اس کی بنیاد اورشعار ہے۔نماز اسلام میں عبادتوں کی اصل،طاعات کی بنیاداورنیکیوں کا سرچشمہ ہے۔قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کا حساب وکتاب ہوگا۔اگر یہ صحیح رہی تو تمام اعمال درست رہیں گے اوراگر یہ خراب ہوئی تو سارے اعمال ضائع وبرباد ہوجائیں گے۔اللہ کے فضل وکرم اوراس کی رحمت کے بعد،نماز جنت کے دخول کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ایک انسان نماز پڑھتا ہے یا نہیں۔یہ مومنوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اورتوحید پرستوں کی راحت وسکون کا سامان ہے۔جیسا کہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''(احمد،نسائی)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:اے بلال!نماز کے ذریعہ ہمارے لیے راحت وسکون کا سامان فراہم کرو۔''(احمد،ابوداود)

اوراس میں بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ پنج وقتہ نمازوں میں قدرومنزلت کے اعتبار سے سب سے زیادہ عظیم نماز فجر کی نماز ہے جس سے ایک مسلمان اپنے دن کا آغاز کرتا ہے۔اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں فجر کی نماز کی باجماعت ادائیگی ایمان کی تجدید کی ضمانت،دلوں کے لئے کانسخۂ کیمیا اوراجروثواب کی بڑھوتری کی گارنٹی ہے۔یہ اکیلی نماز ہے جس کی اذان کے آخری حصہ میں ان کلمات کا اضافہ ہوتا ہے کہ نماز سونے سے بہتر ہے۔فجر کی نماز کی مسجد میں باجماعت ادائیگی بے شمار فوائد وفضائل کی حامل ہے جن میں سے ہم یہاں دس کا ذکر کررہے ہیں:

نماز فجر کے فوائد: ا۔باجماعت فجر کی نماز فضیلت میں قیام اللیل کے مساوی ہے۔جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی تو گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اورجس نے صبح کی نماز باجماعت ادا کی تو گویا اس نے پوری رات قیام کیا۔(مسلم)ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سلیمان بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کو فجر کی نماز میں غائب پایا۔جب آپ کا گزران کی والدہ کے پاس سے ہوا تو پوچھنے لگے کہ میں نے سلیمان کو فجر کی نماز میں کیوں نہیں دیکھا؟ کہنے لگی کہ انہوں نے نماز پڑھتے ہوئے رات گزاری تھی اورنیند آگئی چنانچہ وہ فجر کی نماز میں حاضر نہ ہوسکے۔اس کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:فجر کی نماز باجماعت ادا کرنا میرے نزدیک رات کی نماز(تہجد)سے زیادہ پسندیدہ ہے۔(مؤطا)

۲۔فجر کی باجماعت نماز،اپنے پڑھنے والے کے لیے بروز قیامت روشنی کا ذریعہ ہوگی۔جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:تاریکیوں میں مسجد جانے والوں کے لیے قیامت کے دن مکمل روشنی کی خوشخبری دے دو۔(ابن ماجہ،ابن خزیمہ)

۳۔مسلمانوں کے ساتھ باجماعت فجر کی نماز بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفظ وامان کا پروانہ ہے جس کے بعد وہ اللہ کی پناہ میں چلا جاتا ہے۔جیسا کہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی تو وہ اللہ کی پناہ میں ہے۔(ابن ماجہ)

۴۔فجر کی نماز کی باجماعت پابندی،اللہ کے حکم سے جنت کی ضمانت ہے۔جیسا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:جس نے دوٹھنڈی نمازیں پڑھیں وہ جنت میں جائے گا۔(بخاری)اہل علم کا قول ہے کہ دوٹھنڈی نمازوں سے مراد عصر اورفجر کی نماز ہے۔

۵۔باجماعت فجر کی نماز بندے کے لیے جہنم سے آڑ بن جاتی ہے۔صحیح مسلم میں حضرت ابوزہیر عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرمارہے تھے:جس نے سورج طلوع ہونے اوراس کے غروب ہونے سے پہلے یعنی فجر اورعصر کی نمازیں پڑھیں وہ ہرگز جہنم میں نہ جائے گا۔(مسلم)

۶۔ایک مسلمان کی نماز فجر کی باجماعت ادائیگی کا مطلب ہے کہ وہ ایسی نماز میں حاضری دے رہا ہے جس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اوراس نماز کو قرآن کریم کے اندر''قرآن الفجر'' کا نام دیا گیا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:رات اوردن میں فرشتوں کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں۔اورفجر اورعصر کی نمازوں میں(ڈیوٹی پر آنے والوں اوررخصت پانے والوں کا)اجتماع ہوتا ہے،پھرتمہارے پاس رہنے والے فرشتے جب اوپر چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے بہت زیادہ اپنے بندوں کے متعلق جانتا ہے،کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جب انہیں چھوڑا تو وہ(فجر کی)نماز پڑھ رہے تھے اورجب ان کے پاس گئے تب بھی وہ(عصر کی)نماز پڑھ رہے تھے۔(بخاری)

۷۔فجر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کی حرص ولالچ اللہ کے حکم سے نفاق

سے بری ہونے کا ثبوت ہے۔جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافقوں پر سب سے زیادہ گراں گزرنے والی نماز عشاء اور فجر کی نماز ہے۔اور اگر انہیں معلوم ہوجائے کہ ان نمازوں کا کتنا بڑا ثواب ہے تو ان میں ضرور بالضرور حاضر ہوں، چاہے انہیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔(بخاری ومسلم) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی شخص کے ایمان میں شک کرتے تو اسے فجر کی نماز میں تلاش کرتے۔اگر وہ نہ ملتا تو آپ کا شک یقین میں بدل جاتا۔حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی تو فرمایا: کیا فلاں نماز میں حاضر ہے؟ لوگوں نے کہا: نہیں۔پھر فرمایا: کیا فلاں حاضر ہے؟ جواب دیا گیا: نہیں۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ دونوں نمازیں یعنی فجر اور عشاء منافقوں پر سب سے زیادہ بھاری ہیں۔اگر لوگ جان لیں کہ ان کا ثواب کتنا ہے تو انہیں گھٹنوں کے بل بھی چل کر آنا پڑے تو ضرور آئیں گے۔(احمد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب ہم کسی کو فجر اور عشاء کی نمازوں میں غیر حاضر پاتے تو اس سے بدگمان ہوجاتے۔(صحیح ابن شیبہ)

۸۔جو شخص فجر کی نماز سے غائب ہوجاتا ہے وہ پورے دن سستی وکاہلی کا شکار رہتا ہے اور دل میں عجیب سی تنگی محسوس کرتا ہے۔اس کا پورا دن خراب گزرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیطان آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ افسوں پھونک دیتا ہے کہ سوجا، ابھی رات بہت باقی ہے۔پھر اگر کوئی بیدار ہوکر اللہ کی یاد کرنے لگا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔پھر اگر نماز (فرض یا نفل) پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔اس طرح صبح کے وقت آدمی چاق وچوبند خوش مزاج رہتا ہے۔ورنہ سست اور بدباطن رہتا ہے۔

۹۔فجر کی دو سنتیں دنیا ومافیھا سے بہتر ہیں۔جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فجر کی دو رکعتیں دنیا ومافیھا سے بہتر ہیں۔(مسلم) ان کی فضیلت کے سلسلے میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص وضو کرے۔پھر مسجد میں آئے اور فجر سے قبل کی دو رکعتیں ادا کرے، پھر فجر کی نماز ادا کرنے تک بیٹھا رہے تو اس کی اس دن کی نماز نیکوکاروں کی نماز لکھی جائے گی اور اس کا شمار رحمٰن کے وفد میں ہوگا۔(طبرانی)

۱۰۔فجر کی نماز کی وصیت ونصیحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے فرمائی ہے۔جب حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو کہنے لگے: کیا میں تمہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نہ سناؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عشاء اور فجر کی نماز میں حاضر ہونے کے لیے جس کے اندر گھٹنوں کے بل چل کر جانے کی بھی طاقت ہو تو اسے جانا چاہیے۔(طبرانی کبیر)

ان سارے فضائل کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ فجر کی نماز مسجدوں کے اندر ادا کرنے میں کوتاہی برتتے ہیں اور ثواب سے محروم ہوجاتے ہیں۔اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا کی ہے تو وہ اتنے بڑے اجر وثواب کی ان دیکھی نہیں کرسکتا۔

نماز فجر کی آسان ادائیگی کے رہنما خطوط:

۱۔جلدی سونا اور عشاء کے بعد گفتگو سے پرہیز کرنا فجر کی نماز باجماعت ادائیگی میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان پر اس کے جسم کا بھی حق ہے اس لیے جلدی سونا چاہیے تاکہ نیند پوری ہوجائے اور جسم صحتمند رہے۔

۲۔سونے کے آداب کا خیال رکھیں اور باوضو سوئیں،سوتے وقت کے اذکار واوراد کا اہتمام کریں، دائیں کروٹ پر سوئیں، دائیں ہتھیلی چہرے کے نیچے رکھیں، معوذتین پڑھکر ہتھیلیوں پر دم کریں اور پورے جسم پر پھیریں۔

۳۔اچھا بوؤ اچھا کاٹو کے اصول کے مطابق زندگی گزاریں۔چنانچہ صلہ رحمی کریں، ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کریں، پڑوسی کے حقوق کا خیال رکھیں، چھپا کر صدقہ کریں، بھلائی کا حکم دیں برائی سے روکیں اور مسلمانوں کی ضرورتوں کا خیال رکھیں۔اس طرح کے نیک کاموں کا اہتمام کریں گے تو فجر کی نماز باجماعت مسجد میں ادائیگی کی توفیق نصیب ہوگی۔

۴۔کھانے پینے کی کثرت سے احتراز کریں کیونکہ زیادہ کھانے پینے سے نیند زیادہ آتی ہے۔بلکہ اطاعت وفرماں برداری کم ہوجاتی ہے اور خشوع وخضوع جاتا رہتا ہے۔انسان زیادہ کھائے گا تو زیادہ پئے گا، زیادہ تھکے گا، زیادہ سوئے گا، زیادہ غفلت کا شکار ہوگا اور گھاٹے وخسارے کا سودا کرے گا۔

۵۔دن میں گناہ کے کاموں سے بچیں اگر اعضاء وجوارح یعنی زبان، آنکھ، کان وغیرہ کو حرام کاموں غیبت، چغلی، بہتان تراشی، گالی گلوچ، وعدہ خلافی، حرام نظر وغیرہ کے ارتکاب سے محفوظ رکھیں گے تو رات میں اللہ تعالیٰ قیام اللیل کی توفیق بخشے گا اور فجر کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی توفیق نصیب ہوگی۔

۶۔صبر کے انجام سے غافل نہ رہیں۔جسے ثواب کی چاشنی مل جاتی ہے اسے مصیبت پر صبر کرنا آسان لگتا ہے۔

رات میں جلدی سونا اور صبح سویرے اٹھنا، نماز فجر کا اہتمام کرنا، یہ مسلمانوں کا طرۂ امتیاز تھا۔صبح کا وقت ویسے بھی برکت کا وقت ہوتا ہے۔جیسا کہ ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ میری امت کی صبح میں برکت عطا فرما۔لیکن آج صورت حال یکسر بدل گئی ہے۔مساجد کے اندر نماز فجر میں چند بوڑھے بڑے نظر آئیں گے۔جہاں تک نوجوانوں کا تعلق ہے تو ان کی اکثریت دیر رات تک لایعنی وبیہودہ گفتگو، واہیات وخرافات حرکتوں اور موج مستی میں لگی رہتی ہے اور اسی کو زندگی کا لطف اور حریت وآزادی کی معراج سمجھتی ہے۔پھر وہ سوتے ہیں تو دن چڑھے بلکہ دوپہر تک پڑے رہتے ہیں انہیں نہ نماز کی فکر ہے اور نہ ہی صحتمند اور بابرکت زندگی کے تقاضوں کی پرواہ۔جبکہ دیگر اقوام کے کیا بزرگ کیا نوجوان جلدی اٹھ کر ورزش اور چہل قدمی کے لیے نکل جاتے ہیں، صحت وتندرستی کے تقاضوں کو پورا کرتے ہیں اور صبح سویرے زندگی کی بھاگ دوڑ میں مصروف ہوجاتے ہیں۔رب کریم ہمیں عقل سلیم سے نوازے اور فجر کی نماز باجماعت مسجدوں میں پابندی کے ساتھ ادا کرنے اور صبح کی برکت سے فیضیاب ہونے کی توفیق بخشے۔آمین ☆☆

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
۴۱۱۶، اہل حدیث منزل، اردو بازار
جامع مسجد، دہلی-۱۱۰۰۰۶
فون: ۲۳۲۷۳۴۰۷

۱- پاسپورٹ سائز کے تازہ فوٹو چار عدد، ایک چپکائیں اور ۳ ساتھ میں روانہ کریں۔
۲- چپکائے گئے فوٹو پر ادارے کی مہر ضرور لگوائیں۔

فارم درخواست

بیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

سال: ۱۴۴۶ھ-۲۰۲۴ء

(فارم صاف ستھرے لفظوں میں پُر کریں)

نام:......................ولدیت:......................لقب:......................پیشہ:......................

مقام عمل:......................تاریخ پیدائش: (تاریخ، مہینہ اور سال کی وضاحت کے ساتھ) ہندسوں میں:......................لفظوں میں:......................

منسلکہ تعلیمی اسناد:......................مراسلت کا مکمل پتہ اردو میں (مع پن کوڈ):......................

فون:......................مراسلت کا مکمل پتہ انگریزی میں (مع پن کوڈ):......................فون:......................

مقابلہ کے لیے بھیجنے والی تنظیم/ادارہ کا نام و پتہ:......................

(تصدیق نامہ، تنظیم/ادارہ کے مطبوعہ لیٹر ہیڈ پر سربراہ ادارہ کے دستخط ومہر کے ساتھ منسلک کریں)

کیا اس سے قبل کسی ملکی یا غیر ملکی قرآنی مقابلہ میں شرکت کی ہے؟ اگر ہاں تو اس کی تفصیل:......................

گزشتہ مسابقہ کے جس زمرے میں شریک ہوئے تھے اس کی وضاحت:......................

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اس مقابلۂ قرأت کے کس زمرے میں شرکت چاہتے ہیں؟:......................

۱:- مکمل حفظ قرآن　　۲:- بیس پارے　　۳:- دس پارے
۴:- پانچ پارے　　۵:- ناظرہ قرآن کامل　　۶:- ترجمہ وتفسیر کا تحریری امتحان

اگر بیس یا دس یا پانچ پاروں کے حفظ میں حصہ لینا ہے تو ان پاروں کی وضاحت:......................

آپ کس اصولِ قرأت کے مطابق تلاوت کریں گے؟ حفص/ورش/قالون/الدوری (منتخب کردہ روایت کی نشان دہی کریں)......................

کیا آپ کا پاسپورٹ تیار ہے؟ اگر ہاں تو اس کی فوٹو کاپی لازما منسلک کیجئے اور پاسپورٹ نمبر لکھئے:......................

———: اقرار نامہ :———

مندرجہ بالا معلومات میرے علم ویقین کے مطابق بالکل درست ہیں۔ میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقابلۂ قرأت کے قواعد وضوابط کی پابندی کروں گا اور اس کے ہر فیصلہ کو قطعی اور آخری تسلیم کروں گا۔

امیدوار کا نام......................دستخط:......................تاریخ:......................

تصدیق نامہ (نامزد کرنے والے تعلیمی ادارے یا مسلم تنظیم کے کسی ذمہ دار کا)

میں مذکورہ بالا طالب علم امیدوار کی تصدیق کرتا ہوں:

نام:......................منصب:......................تصدیق کنندہ کے دستخط......................تاریخ:......................

ادارہ/تنظیم:......................مہر:......................

برائے دفتری امور

۱- یہ درخواست مؤرخہ......................کو موصول ہوئی۔　　وصول کنندہ کا دستخط......................
۲- برائے زمرہ:......................　　۳- درخواست منظور/نامنظور......................
۴- نامنظوری کی وجہ:......................　　دستخط سکریٹری مقابلہ کمیٹی:......................

ساری انسانیت کی ہدایت ورہنمائی اور اصلاح اور اللہ تعالیٰ کے آخری پیغام قرآن مجید سے رشتہ مضبوط کرنے کے لیے

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

کے زیر اہتمام اپنی نوعیت کا منفرد

بیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاریخ 3-4/اگست 2024 بمطابق 27-28/محرم الحرام 1446ھ بروز ہفتہ، اتوار

بمقام: اہل حدیث کمپلیکس، D-254، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی، 25

رجسٹریشن کی آخری تاریخ: 28/جولائی 2024ء

اغراض ومقاصد

☆ قرآن کریم کے پیغام امن وشانتی کو عام کرنا ☆ مسلمانوں کو زندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا ☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پر فکروتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا ☆ مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆ امت کو کتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیا وآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا ☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا

خصوصیات

● ہزاروں روپے کے نقد انعامات ● حوصلہ افزائی کے لیے بھی متعدد ومختلف النوع انعامات ● ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان ● ملک بھر میں ۲۵ سال سے کم عمر کے حفاظ وقراء وطلباء کے لیے نادرونایاب موقعہ

مقابلے کے زمرے

اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	چہارم: حفظِ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۳/اگست ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔ ☆ امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہو اور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ ایک قاری کو صرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔

اہم وضاحت: ☆ زمرہ اول ودوم وسوم وچہارم امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہو اور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ ایک قاری کو صرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔ ☆ اگر کسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

شرائط شرکت مسابقہ

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر ہی دی جائے گی۔ (ناگزیر حالات میں مقررہ فارم کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے) ❷ شرکت کے متمنی قاری کی عمر ۲۵ سال سے زائد نہ ہو ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے نیچے کے زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے پانچ روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے ❾ اصولِ تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا۔

☆ زمرۂ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں حفظ کررہے طلبہ کو شرکت کی اجازت نہ ہوگی۔

ان شاء اللہ نقد انعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

عام وضروری شرائط

(۱) مقابلے کی شرائط اور درخواست فارم دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے طلب کئے جاسکتے ہیں۔ نیز صوبائی جمعیات کے دفاتر سے بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

(۲) اس مقابلے میں شرکت کے امیدوار اپنے جملہ اخراجات سفر کے ذمہ دار خود ہوں گے۔

(۳) امیدواروں کے دوروزہ قیام وطعام کا بندوبست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے کیا جائے گا بشرطیکہ اس کی اطلاع پانچ روز قبل مرکزی جمعیت کو مل چکی ہو۔

(۴) قیام گاہ جانے سے قبل اپنی آمد کا اندراج لازماً مکمل کرائیں۔ موسم کے مطابق بستر ساتھ لائیں۔ جمعیت اس سلسلے میں تعاون سے معذور رہے گی۔

(۵) نابینا امیدوار کے ہمراہ آنے والے ایک صاحب کی ضیافت کی ذمہ داری بھی مرکزی جمعیت قبول کرے گی۔

(۶) غیر امیدوار افراد یا ساتھ آنے والے افراد ۹۰/روپے یومیہ کا کھانے کا کوپن حاصل کر کے ناشتہ، ظہرانہ اور عشائیہ کی سہولت حاصل کرسکتے ہیں۔

(۷) قواعد وضوابط اور فارم میں مذکورہ شرائط کی تکمیل کرنے والے امیدوار ہی شرکت کے مجاز ہوں گے۔

ملاحظہ: اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے ناظم مقابلہ کمیٹی سے ہرروز (علاوہ اتوار) شام ۴/بجے سے ۶/بجے تک بذریعہ فون یا شخصی طور پر رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

درخواست فارم پندرہ روزہ جریدہ ترجمان کے حالیہ شماروں (۱-۱۵/جون ۲۰۲۴ء تا ۱-۱۵/اگست ۲۰۲۴ء) سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ نیز مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org اور فیس بک پر بھی دستیاب ہے شرکت کے خواہشمند طلبا اسے فری ڈاؤن لوڈ کرسکتے ہیں۔

ضروری معلومات نیز فارم حاصل کرنے کے لیے فوراً رابطہ قائم کریں

مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم کمیٹی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۶

فون: 011-23273407 ای میل: jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

Mob. 9213172981, 8744033926

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی
امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

حسن انتظام واختتام حج پر کلمہ تحسین وآفرین

امسال کا حج پرامن وپرسکون، ہر طرح کے نظم وضبط اور انتہائی حسن وخوبی سے اختتام پذیر

حج اسلام کا ایک عظیم رکن اور اہم ترین فریضہ ہے۔ حج سے روحانیت اوج کمال کو پہنچ جاتی ہے، اس لئے کہ اس میں اخلاص وللّٰہیت، ایثار وقربانی، تقویٰ و خشیت، اتحاد ویگانگت، کامل فدائیت وسپردگی، صبر واستقامت، توکل وانابت، خوف ورجا، دعا ومناجات اور توبہ واستغفار جیسے پاکیزہ جذبات، مبارک احساسات اور اعلیٰ اعمال وکردار بیک وقت جمع وکارفرما ہوجاتے ہیں۔ اس کے فلسفے اور فوائد ہر اعتبار سے کثیر المقاصد ہیں، جو بندہ مومن کو دنیا وآخرت میں سربلندی سے شادکام کرتے ہیں۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس فریضے کی ادائیگی سے شادکام ہوتے ہیں اور جو باوجود استطاعت وحیثیت کے اس کی ادائیگی سے محروم رہ جاتے ہیں، وہ بڑے بدنصیب ہیں کہ انہوں نے اس فریضہ کو ادا نہیں کیا۔

حج تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی توفیق ہے، اس کی سعادت ہر کہہ ومہہ اور ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہوتی، یہ تو بڑے نصیبے والے کا کام ہے، لیکن ان خوش نصیبوں کا کیا کہنا اور ان کے مقدر کا سکندر ہونے کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ ان کی خوش نصیبی اور رفعت وسربلندی کو کون شمار کرسکتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے مہمانوں یعنی حجاج و معتمرین کی خدمات کا زریں موقع نصیب ہوتا ہے، جو دل وجان سے دنیا کے کونے کونے سے آئے ہوئے اللہ جل شانہ کے مہمانوں کے لئے فرش راہ بن جاتے ہیں، ان کی راہوں میں اپنی پلکیں بچھاتے ہیں اور خلوص دل سے ان کی راحت رسانی اور حفاظت وصیانت میں لیل ونہار کی تمیز کو طاق پر رکھ کر لگے رہتے ہیں۔ ان کو اللہ جل شانہ نے اپنے گھر کی خدمت، سقایہ ورفادہ، رعایہ، اس کی سدانت اور سروس کی توفیق ارزانی فرمائی ہے اور دوسرا کرم اور فضل عمیم یوں فرمایا اور اس قدر توفیق بخشی کہ وہ اس کے عظیم گھر اور حرمت والے شہر کی عظمت وتقدس سے متصف حرمین شریفین، مشاعر حج اور شعائر ومناسک حج وعمرہ کے بجالانے میں حجاج کرام، زائرین عظام اور ضیوف الرحمٰن کی توقعات پر یہی نہیں کہ پورے اترتے ہیں بلکہ ان کے دل ودماغ اور قلب و جگر میں جاگزیں ہوجاتے ہیں۔

اس مبارک موقع پر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان خدام اور حجاج کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور خود حجاج کرام بھی ان خدام اور ملک وملت کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ لیکن انہی کے شانہ بشانہ چند وہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو اس اہم مبارک عمل اور خیر کثیر کو اپنی سیاست اور سفاہت کا حصہ بناتے ہیں اور حجاج اور ان کے خدام کے لیے دعا کرنے کے بجائے ان کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کرتے ہیں، بات کا بتنگڑ بناتے ہیں، رائی کو پہاڑ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ خصوصاً جو اس راہ میں شہید ہوجاتے ہیں اور جو قیامت کے دن تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھائے جائیں گے ان کی لاش پر سیاست کرتے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ ان کی خدمت جو حکومت اور قوم کررہی ہے ان کے لئے دعا کریں۔ مگر وہ اس کے برعکس ان کی برائی اور ہرزہ سرائی پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ یہ بہت بڑی بدبختی ہے۔ کیا انھوں نے کبھی سوچا کہ ان کے خلاف یہ بہتان تراشی کررہے ہیں۔ آہ! اس امت کو کیا ہوگیا ہے کہ اتنے اہم مقدس ومتبرک بقعہ ارض پر حاجیوں اور اللہ کی راہ میں مرنے والوں پر گندی سیاست کرتے ہیں۔ ان کو تو یہ کہنا چاہیے کہ ہمارے جو بھائی اس میں انتقال کرگئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ پسماندگان کو صبر وشکیبائی عطا کرے۔

رہ گیا انتظامات حج کا مسئلہ تو اس میں کسی بھی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، بلکہ یہ بات عالم آشکارا ہے کہ موجودہ دور میں حرمین شریفین اور اس کے قاصدین وزائرین اور حجاج ومعتمرین کی جو خدمت آل سعود، علمائے مملکت سعودیہ عربیہ نے انجام دی ہے وہ عدیم النظیر بھی ہے اور فقید المثال بھی۔ مادی ومعنوی ہر دو حیثیتوں سے اس کے حکمرانوں نے ان کی خدمت کا جو شرف وسعادت حاصل کیا ہے وہ قابل صد تحسین بھی ہے اور لائق صد شکر بھی۔

راقم سطور کو چونکہ رواں سال میں حج کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور بندۂ حقیر نے مملکت خداداد سعودی عرب، وہاں کے حکمرانوں، علمائے کرام اور عوام کی حاجیوں کے تئیں خدمت اور انتظامات کو قریب سے دیکھا ہے اور حج سے واپسی کے بعد پایا کہ کچھ حلقوں میں مملکت سعودی عرب کو ہدف طعن وتشنیع بھی بنایا جارہا ہے اور اس کے حاجیوں کے سلسلے میں انتظامات پر سوالیہ نشان کھڑا کیا جارہا ہے، چنانچہ میں ان سطور کو لکھنے پر آمادہ ہوا، تاکہ عوام وخواص حقیقت حال سے واقف ہوں اور مملکت کے خلاف سازشوں اور اس کی عظمت وتقدس اور اس کے خادمین کی عزت کو تارتار کرنے والوں کی کذب بیانی کو واضح کیا جائے۔

امسال کا حج بیت اللہ کئی ناحیوں سے زیادہ باوقار، کافی دلچسپ، روحانیت سے

بھرپور، ہنگامہ آرائیوں سے دور اور باعث فرحت وسرور تھا۔ باوجود اس کے کہ یہ حج اپنی کثرت حجاج وزائرین اور ازدحام وہجوم کے اعتبار سے گزشتہ حج کے مقابلے میں کہیں فزوں تر تھا۔ امسال کے حج میں جو روحانیت، راحت، خدمت اور محبت حاصل ہوئی اس کی لذت بیان سے باہر ہے۔

پھر بھی کچھ حاسدین، باغضین اور کچھ سادہ لوحوں اور حرمین کے تقدس سے کھلواڑ کرنے والوں کو یہ انتظامات ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ اگر ہر حال میں اسے کھلا شہر (تدویل الحرمین) قرار دینے اور اسے اقوام عالم کے ہاتھوں بازیچہ اطفال بنانے والوں کو خوف خدا سے عاری ہو کر اس کے خلاف پروپیگنڈہ کی آندھی چلانی ہی ہے تو ہم یہ بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ میں بھی حاضر تھا وہاں، اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

ویسے امسال 2024ء میں حجاج ومعتمرین کو موسم کی سختی کا بھی سامنا تھا اور جون کے مہینے میں مملکت سعودی عرب میں سورج کی تمازت شباب پر تھی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ ابن آدم کے وجود کو شعلہ بن کر خاکستر کرنے کو بے تاب ہے اور عرب کی پتھریلی زمین چولہے اور تندور پر گرم توے کی حدت کا سماں پیش کر رہی تھی۔ صرف بہار ویوپی میں جہاں کئی بار بارش ہوئی ہے، کتنے لوگ مر گئے اور امریکہ میں اموات ہوئی تو اسکول بند کر دیئے گئے۔

ان تمام صورتحال کو دیکھ کر مملکت سعودی عرب نے 2024ء کے حج کو کامیاب بنانے کے لئے مختلف موثر اور قابل قدر اقدامات کئے تھے، جن میں سے بعض کا مشاہدہ راقم سطور نے بنفس نفیس کیا۔ چنانچہ وطن عزیز ہندوستان میں سعودی عرب کے سفیر اور بہت سے ہندوستانی علماء کے ساتھ میٹنگ میں شریک رہا جس میں سفیر محترم نے اپنی سطح پر بغیر پرمٹ حج کرنے کے نقصانات کو باور کرانے کا مطالبہ کیا اور آپ کی اس خواہش کی تکمیل جمعہ کے خطبے اور اخبارات میں مضامین لکھ کر کی گئی، نیز میڈیا رپورٹس کے مطابق دنیا بھر کے سبھی ممالک میں سعودی عرب کے سفارت کاروں نے بھی بغیر پرمٹ حج کے نقصانات سے متعلق اس ملک سے وابستہ ذمہ دار افراد سے اپنی سطح پر بیداری پیدا کرنے کی گزارش کی اور رخصت اور یسر سے فائدہ اٹھانے کی بات کی گئی۔

اسی طرح سعودی عرب کی وزارت حج وعمرہ کی ماتحتی میں ندوۃ الحج الکبریٰ کے بینر تلے ایک عالمی کانفرنس مکہ مکرمہ میں منعقد ہوئی جس میں ناچیز کو بھی شرکت اور مقالہ پیش کرنے کا موقع ملا۔ اس کانفرنس کے ذریعہ بھی دنیا کے چوٹی کے علمائے کرام نے حج بیت اللہ سے متعلق حکومتی گائیڈ لائنس کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی اور معتبر شرعی دلیلوں کی روشنی میں رخصت اور آسانی سے فائدہ اٹھانے کی بات کہی گئی۔

پھر بھی دیکھنے میں آیا کہ دنیا بھر سے بہت سے لوگ بغیر درست پرمٹ حاصل کئے حج بیت اللہ کے لئے عازم سفر ہوئے، جن میں سے بہت سارے حکومتی عملہ اور پولیس اہلکاروں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور لاکھوں افراد مناسک حج کی ادائیگی سے پہلے واپس کئے گئے۔ اس حج میں میڈیا رپورٹ کے مطابق 1301 حجاج مجموعی طور پر وفات پائے جس کو لے کر بہت سارے لوگ سعودی عرب کے تعلق سے باتیں بنانے لگے، اس کے صالح حکمرانوں کو ہدف طعن وتشنیع بنانے لگے اور یہ باور کرانے لگے کہ سعودی عرب حج کا درست انتظام کرنے سے قاصر ہے اور سعودی عرب کے انتظامات حاجیوں کے اعتبار سے ناکافی تھے۔ جبکہ اگر ہم 1301 وفات شدگان پر نظر دوڑائیں تو ان میں 1144 ان افراد کی ہے جو بغیر Valid پرمٹ لئے حج ادا کر رہے تھے اور صرف 157 کی تعداد ایسے حجاج کی ہے جو رسمی طور پر حج کا پرمٹ لے کر سفر کر رہے تھے، تو آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ دوران حج اموات کا اصل سبب کیا ہے؟ پھر صرف اپنے ملک ہی کے حجاج کو دیکھیں جو گرمی میں چند میٹر پیدل نہیں چل سکتے وہ اس بڑھاپے میں حج کرنے جاتے ہیں اور باوجود تاکید کے وہ اس آگ برساتی دھوپ میں مختلف حیلے بہانے سے قافلہ کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ دیگر کچھ اور ممالک کے حجاج کا حال اس سے بھی زیادہ منمانی کا ہوتا ہے۔ اس پر مستزاد بلا اجازت حج کرنے والوں کی اپنی ایک الگ منطق ہوتی ہے۔ بایں ہمہ طرفہ تماشہ یہ ہے کہ دنیا کے بہت سارے علم وفقہ کے مدعیان بغیر پرمٹ حج کی ادائیگی کو درست بھی قرار دیتے ہیں۔

بہر حال، حق تو یہ ہے کہ اللہ کے فضل سے اللہ کے بندے امن وشانتی کے ماحول میں فریضہ حج ادا کر کے شادکام اور فائز المرام حج مبرور ومقبول کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے اور اس قدر عظیم الشان مجمع کے باوجود کسی بھی مرحلے میں ان کو پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ مسعیٰ ومطاف، حرم اور مشاعر حج کی توسیع اور احسن وعمدہ انتظام کی وجہ سے مناسک کی ادائیگی میں بڑی آسانی ہوئی۔ انتظامات اتنے اعلیٰ پیمانے کے تھے کہ تصور نہیں کر سکتے۔ اتنے وسیع پیمانے پر اور اس قدر حسین انداز میں حج کا انتظام کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ حالانکہ یہ کوئی قومی وملکی اجتماع نہیں، بلکہ بین الاقوامی، عوامی اور اللہ والوں کا اجتماع تھا جس میں مختلف طبیعت، مذاق وروایات، تہذیب وتمدن اور رنگ ونسل کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور دینی ذوق اور فطری شوق کے بموجب ان کی راحت وعبادت کے سامان مہیا کئے جاتے ہیں۔ بجا طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ خصوصیت اللہ جل شانہ نے سعودی حکمرانوں کو اسلامی تعلیمات کی نشر واشاعت، عرب روایات کی پاسداری، عقیدۂ توحید کی بالادستی، کتاب وسنت کی ترویج، انسانیت وخلق خدا کی ہمدردی اور اسلاف کے منہج واصول اپنانے کی بدولت عطا فرمائی ہے۔ و ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء.

اس حسن انتظام وانصرام، خدمات عظیم وجلیل اور تسہیل وتیسیر پر سب کی طرف سے تحسین وآفرین کے کلمات بے ساختہ نکل رہے ہیں اور خادم حرمین شریفین شاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود، ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان بن عبدالعزیز آل سعود، آپ کے تمام اعوان وانصار، سعودی عرب کے موقر وزیر حج وزارت حج، علمائے کرام اور وہاں کے عوام کے لئے دعا گو ہیں۔ ☆☆

ڈاکٹر ابوالحیات اشرف

سید عبدالقدوس ابن احمد نقوی (1935-2024)

(شمع روشن بجھ گئی بزمِ سخن ماتم میں ہے)

پروردگار عالم ہر انسان کو کچھ صفات دے کر دنیا میں بھیجتا ہے جس کی بنیاد پر اس شخص کی شناخت ہوتی ہے۔ پندرہ روزہ جریدہ ترجمان کے مدیر اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے نائب امیر سید عبدالقدوس ابن اطہر نقوی کو بھی اللہ رب العزت نے بہت سے اوصاف حمیدہ سے متصف کرکے اس دنیا میں بھیجا تھا۔ وہ ۲۳/اگست ۱۹۳۵ء کو سہوان میں پیدا ہوئے اور ۸/مئی ۲۰۲۴ء کو غفار منزل دہلی میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ان سے اکثر جماعت اہل حدیث کی میٹنگوں میں بالمشافہ ملاقاتیں ہوتیں۔ اپنی اعلیٰ شخصیت کے باوجود نہایت انکساری کے ساتھ ملتے۔ ان کو ایسی وسیع النظری عطا ہوئی تھی کہ وہ دوسروں کی علمی کاوشوں کو سراہتے اور ان کی ہمت افزائی کرتے تھے۔ وہ وسیع المطالعہ، بلند پایہ اہل قلم، بالغ نظر ادیب، ممتاز دانشور اور صحافی قلم کار تھے۔ ان کی علمی، قلمی ودعوتی کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ان کی موت جماعت اہل حدیث کے وجود پر غم کا ایک کوہ گراں گر پڑنے کے مانند ہے جو کہ فطری ہے کیونکہ وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے نائب امیر تھے۔

آپ کی دینی، دعوتی، علمی، قلمی، سماجی اور تصنیفی خدمات کا زمانہ نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط ہے۔ آپ نے اپنے اسلاف کی روش پر، خاموشی، سنجیدگی ومتانت کے ساتھ دین وسلفیت نیز تصنیف وتالیف میں اپنی زندگی لگا دی۔ آپ گفتار کے نہیں بلکہ کردار کے غازی تھے۔ بولتے کم تھے اور عمل کرکے زیادہ دکھاتے تھے۔ ابن احمد نقوی صاحب کی اردو، انگریزی، نثر ونظم میں ۱۹/کتابیں شائع ہوئیں جن میں ''سلفیس'' (انگریزی) اور ''نہضت حق'' تاریخ اہل حدیث کے بارے میں مشہور ہیں۔ جن میں اول الذکر نثر اور آخر الذکر نظم میں شائع ہوئیں۔ آپ نے علامہ ناصر الدین البانی کی کتاب صلوۃ النبی کا انگریزی ترجمہ کیا اور علامہ بلال فلپس کی تین انگریزی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ علامہ اقبال کی فارسی کلیات پر ''فکر اقبال'' کے نام سے عمومی تبصرہ لکھا۔ آپ ماہنامہ ''التوعیۃ'' اور ''جریدہ ترجمان'' کی ادارت سے ایک زمانہ تک وابستہ رہے۔ آپ کے اداریہ میں اتنی طوالت ہوتی کہ وہ ایک مضمون کی شکل اختیار کر لیتا۔ آپ پیام توحید میں بھی مضامین لکھتے رہے۔ آپ کے مضامین ابن احمد نقوی کے نام سے لکھتے تھے۔ اور مقالات ابن احمد نقوی (مرتب کردہ سہیل انجم) ایک مشہور کتاب ہے جو قابل مطالعہ ہے۔

میں ان کے مضامین، مرتب کردہ کتابیں اور شعری مجموعات پر کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اپنے ذاتی تجربات کو تحریر میں لانا چاہتا ہوں۔ آپ علماء ودعاۃ سے محبت کرتے تھے اور ان کی خدمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ نے اپنی جماعت اور غیروں سے کبھی بھی فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ ہمیشہ پوری متانت وسنجیدگی اور تواضع وانکساری کے ساتھ تصنیف وتالیف اور قلمی تعاون میں لگے رہتے۔ وہ بے لوث انسان تھے۔ بغیر کسی لالچ کے اپنی جماعت اور اہل علم کی خدمت کرتے۔ وہ وسیع المطالعہ اور بلند پایہ اہل قلم تھے۔ دوسروں کے مضامین کو گہری نظر سے پڑھتے اور اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے۔ ان سے رابطہ میں رہ کر ان کی تعریف وتوصیف فرماتے۔

میرا ایک مضمون جماعت اسلامی ہند کے ہفتہ وار ''ریڈینس'' میں Anti Madarasa propaganda needs to be Rebutted عنوان سے مورخہ ۷/اکتوبر 2000 میں شائع ہوا تھا۔ وہ خود ہی ممتاز دانش ور صحافی اور بلند پایہ قلم کار تھے۔ اس مضمون کو انہوں نے اپنی چشم بینا سے پڑھا اور حقیقت کی نظر سے دیکھا جس کے بعد انہوں نے اس کی تعریف کی اور اپنی بالغ نظری کا ثبوت دیا۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی دہشت گردی مخالف کانفرنس کو عوام وخواص سبھوں نے پسند کیا البتہ بعض مریض دلوں کے لئے یہ مستقل روگ بنا رہا جس پر سہ روزہ ''دعوت'' کے ''خبر ونظر'' لکھنے والے نے ۱۶/جون 2008 یکم اگست 2008 یکم دسمبر 2015 کو جماعت اہل حدیث پر تنقیدی رخ اختیار کیا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث نے ۱۵/فروری 2015 کو داعش یعنی نام نہاد اسلامک اسٹیٹ اور اس کی تخریبی اور غیر انسانی کارروائیوں پر ایک سمپوزیم کا انعقاد کیا تھا جس پر ''خبر ونظر'' نے تنقیدی نگاہ ڈالی۔ میں نے جریدہ ''ترجمان'' مورخہ 15 جنوری 2018 میں ایک مضمون بعنوان ''آزادی اظہار رائے کے نام پر دل آزاری'' لکھا جسے ابن احمد نقوی صاحب نے کافی

پسند کیا اور بالمشافہ ملاقات میں اس کی تعریف کی۔

میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ماہنامہ انگریزی میگزین The Simple Truth کا ایڈیٹر ہوں اس میں نقوی صاحب کے انگریزی مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔ آخری عمر میں ان کی بینائی میں ضعف آ گیا تھا مگر پھر بھی وہ اپنے قلم کو روک نہیں پاتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ بلند پایہ اہل قلم کے باوجود ان کی تحریر میں روانی نہیں رہتی تھی۔ The Simple Truth کے مارچ 2006 کے شمارہ میں پروفیسر خلیق احمد نظامی کا ایک مضمون "The impact of Imam Ibn Taimiyya on south Asia" شائع ہوا تھا۔ نقوی صاحب نے اس کی خوب خوب پذیرائی اور توصیف کی اور مضمون کے انتخاب پر میری تعریف کی تھی۔

سرسید احمد خاں (1817-1898) بانی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے بے شمار علمی، اصلاحی، فکری اور اجتہادی خدمات انجام دیں لیکن ان کی بعض ایسی خامیاں تھیں جن پر علماء نے تنقیدی نگاہ ڈالی۔ میں نے اپنے ایک مضمون ''سرسید احمد خاں ایک عبقری شخصیت'' جریدہ ترجمان شمارہ 31-16 اکتوبر 2023 میں لکھا تھا کہ ''سرسید احمد خاں کے کام اور مذہبی خیالات ایسے تھے کہ ان کے بعض رفقاء ان سے اختلاف رکھنے لگے۔ بعض ناقدین ان پر کفر کا فتویٰ لگانے لگے۔ میں ذاتی طور پر یہی کہوں گا کہ سرسید احمد خاں کا باطنی حال کیا تھا۔ اس کا آخری انجام کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان سے اس بارے میں کیا معاملہ فرمائے گا۔ اس کا محاسبہ ہمارا کام نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جاچکے ہیں ہم ان کے عقائد واعمال، تعلیمی خدمات، سماج کی اصلاح گزاریاں اور دوسری کوششوں پر حکم نہیں ہیں۔'' نقوی صاحب نے اس مضمون کو پسند فرمایا تھا اور کسی برے ردعمل کا اظہار نہیں کیا جو ان کی اعلیٰ ظرفی کا ثبوت ہے۔

غرض کہ وہ اسلامی شریعت پر استقامت کی ایک زندہ مثال تھے۔ اوامر کی بجا آوری اور نواہی سے اجتناب کے ایک پیکر جمیل تھے۔ مسلمانوں کی خیر خواہی، جماعت اہل حدیث کے نوجوانوں کے ساتھ ہمدردی، ان کے روشن مستقبل کے لئے متفکر رہتے تھے۔ یعنی وہ تنظیمی اور جماعتی اعتبار سے ایک مشہور دیار وامصار تھے۔ ان کا جانا یقیناً دنیائے علم وفکر کے لئے زبردست خسارہ اور ناقابل تلافی نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان پر عفو ودرگزر فرمائے اور جنات عدن ان کا مسکن بنائے اور ساتھ ہی امت کو اور جماعت اہل حدیث کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

تاریخ ردقادیانیت اور خدمات اہل حدیث کے سلسلہ میں معلومات کا خزانہ

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے قلم سے

تحریک ختم نبوت (1 تا 25 جلدیں)

تاریخ اهل حدیث (1 تا 9 جلدیں)

مکتبہ ترجمان کی مطبوعات پر 50% کی رعایت، مدارس، جامعات، مکتبات اور تاجران کتب درج ذیل پتہ سے طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ ترجمان

اہل حدیث منزل، 4116، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ 110006

فون: 011-23273407، فیکس: 011-23246613

مولانا ریاض احمد محمد سعید سلفی

خواص وعوام کے لیے ایک بیش بہا علمی تحفہ

تفسیر السعدی اردو

قرآن کریم واحد ایسی کتاب ہے جو پوری انسانیت کے لیے رشد وہدایت کا ذریعہ ہے، اللہ تعالی نے اس کتاب میں انسانیت کو درپیش تمام مسائل کو تفصیل سے بیان کردیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ [النحل: 89]۔ قرآن مجید بے شمار موضوعات پر مشتمل ایک مکمل نظام حیات ہے۔ ملت اسلامیہ ہی نہیں بلکہ پوری انسانیت کی کامیابی وکامرانی، رفعت وبلندی، امن وشانتی، اخوت ومحبت اور سعادت وفیروزمندی کا راز اسی کتاب میں مضمر ہے۔ یہ ایسا نسخہ کیمیا ہے جس کو اپنا کر قومیں سرخرو وسربلند اور کارزار حیات میں فتحیاب ونیک نام ہوئیں اور جس سے روگردانی کی پاداش میں زوال وانحطاط، ذلت وپستی، خوف وہراس اور شقاوت وبدبختی سے دوچار ہوئیں۔ یہ قرآن ہی کا اعجاز تھا کہ اس نے مس خام کو کندن بنادیا اور ایسی بلند کردار قوم پیدا کی جس نے دنیا میں حق وصداقت کا بول بالا کیا، اور بڑی بڑی سرکش وجابر سلطنتوں کی بساط الٹ دی۔ مگر افسوس ہے کہ تاریخ کے یہ حقائق افسانہ ماضی بن کر رہ گئے ہیں۔ ہم نے دنیا والوں کو اپنے عروج وزوال کی داستانیں تو مزے لے لے کر سنائیں لیکن خود قرآن سے کچھ نہ حاصل کیا۔ جاہل تو جاہل پڑھے لکھے لوگ بھی قرآن سے بے بہرہ ہیں۔ دنیا بھر کی بے شمار جامعات، مدارس ومساجد میں قرآن کریم کی تعلیم وتبلیغ اور درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہے، جس کثرت سے اللہ تعالی کی اس پاک ومقدس کتاب کی تلاوت ہوتی ہے دنیا کی کسی بھی کتاب کی نہیں ہوتی۔ مگر تعجب وحیرت کی بات ہے کہ ہم میں پھر بھی ایمان وعمل کی وہ روح پیدا نہیں ہوتی جو قرآن نے عرب کے وحشیوں میں پیدا کردی تھی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم قرآن کریم کی تلاوت تو خوب کرتے ہیں لیکن اس کے معانی ومفاہیم کو جاننے کی کوشش نہیں کرتے، اس میں تفکر وتدبر نہیں کرتے، اس کے احکام کو اپنی عملی زندگی کا جزو نہیں بناتے۔ جبکہ اللہ تعالی نے اس کتاب کو نازل ہی اس لیے کیا تھا کہ اس کو سمجھ کر پڑھا جائے، اس کے معانی ومفاہیم پر غور وفکر کیا جائے، اس کے احکام وتعلیمات کو اپنی زندگیوں میں اتارا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے خود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ذمہ داری سونپی کہ قرآن کے مطالب ومفاہیم کو آپ خود اجاگر فرمائیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بطریق احسن سرانجام دیا۔ بعد ازاں مفسرین عظام نے حدیث نبوی اور ارشادات صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں قرآنی مطالب کو لوگوں تک پہنچایا۔ اس فن میں اب تک بے شمار تفاسیر مختلف زبانوں میں لکھی جاچکی ہیں، اور الحمد للہ یہ سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔

علامہ عبدالرحمان بن ناصر سعدی رحمہ اللہ سعودی عرب کے نامور عالم دین تھے۔ آپ شیخ ابن باز اور شیخ ابن عثیمین رحمہما اللہ جیسی عبقری شخصیات کے استاذ ہیں۔ مختلف علوم وفنون پر آپ کو عبور حاصل تھا، خاص طور پر قرآنی فہمی کا جو ملکہ اللہ نے آپ کو عطا فرمایا اس کی مثال کم ہی مل سکتی ہے۔ اس میدان میں آپ کی عبقریت پر آپ کی یہ تفسیر شاہد عدل ہے۔ جس کا اصل نام: "تیسیر الکریم الرحمان فی تفسیر کلام المنان" ہے، لیکن تفسیر سعدی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تفسیر جدید تفاسیر میں ایک نہایت ہی ممتاز تفسیر ہے، جو درج ذیل امتیازات وخصوصیات کی حامل ہے:

1- نہایت سادہ اور سلیس عربی میں آیت کا مفہوم فاضل مفسر نے اپنی خداداد فہم اور قرآنی بصیرت کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ اس کی عبارت اس قدر آسان اور واضح ہے کہ اسے زیادہ علم والے اور کم علم والے دونوں سمجھ سکتے ہیں۔

2- بغیر کسی ادعا کے ربط آیات کا ایسا التزام کیا گیا ہے جو تکلف وتعمق سے پاک ہے۔

3- احادیث کے حوالوں کا اس میں زیادہ التزام نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود اس کا منہج سلفی تفاسیر کے عین مطابق ہے۔

4- صفات کی آیات میں منہج سلف کا بھرپور اہتمام کیا گیا ہے، نہ تو ان میں تحریف کی گئی ہے اور نہ ایسی تاویل کی گئی ہے جو مقصود الہی کے خلاف ہو۔

5- فقہی اختلافات سے بھی بالعموم احتراز کیا گیا ہے۔ الا یہ کہ کوئی اختلاف اتنا قوی ہو کہ اس کے ذکر کرنے کی ضرورت ہو۔

6- آیات سے قواعد واحکام اور عبر وحکم کا نہایت دقت کے ساتھ استنباط کیا گیا ہے۔ بعض آیات میں یہ چیز بہت واضح طور پر دکھتی ہے۔ جیسا کہ سورہ مائدہ میں آیت وضو ہے، اس سے پچاس احکام کو مستنبط کیا گیا ہے۔ یہی صورت حال سورہ ص میں حضرت داود وسلیمان علیہما السلام کے واقعے میں بھی ہے۔

7- یہ تفسیر اسرائیلی اور ضعیف روایات سے پاک ہے۔

8- اس میں صرفی ونحوی مباحث اور الفاظ کی لغوی تحقیق سے بالعموم احتراز کیا گیا ہے۔

9- غیر ضروری اور لاطائل مباحث سے یہ تفسیر پاک ہے۔

10- حشو وزائد اور خواہ مخواہ کی طوالت سے اجتناب کیا گیا ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کے بعض دعوتی وتربیتی دورے

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ ۱۶/مئی ۲۰۲۴ء بروز جمعرات سعودی سفیر عزت مآب صالح عید الحصینی کی دعوت پر حج کے انتظامات، حجاج کرام کی سہولیات اوران کی راحت وآرام سے متعلق ایک اہم میٹنگ میں شرکت کے بعد محترم جناب عبدالمقتدر صاحب پٹیل اور مولانا عبدالغفار صاحب کی دعوت پر اور محترم جناب الحاج وکیل پرویز صاحب ناظم مالیات مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی تنسیق وترتیب کی روشنی میں سیونی کا سفر کیا۔ سفر کا آغاز ناگپور سے ہوا۔ وہاں سے مولانا سرفراز احمد اثری صاحب ناظم اعلیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر، ناظم مالیات محترم حنیف انعامدار اور نائب ناظم جناب عظمت اللہ شیخ کے ہمراہ سیونی کے لیے روانہ ہونا تھا، مگر جمعہ اور اجلاس عام ناگپور کی تیاری وغیرہ کی وجہ سے صرف الحاج وکیل پرویز صاحب امیر محترم کے ساتھ ناگپور ایرپورٹ سے ہی سفر سیونی پر روانہ ہوگئے۔ فلائٹ کافی تاخیر سے آئی، اس لئے رات کا جلسہ ملتوی کردیا گیا۔ راستہ میں الحاج وکیل پرویز صاحب کی پوتی کے گھر پر ناشتہ پانی کے بعد قافلہ عازم سفر ہوا۔ سیونی میں پورا پٹیل خاندان اور جماعتی حضرات سراپا انتظار تھے۔ زیادہ رات ہوجانے کی وجہ سے کھانے اور نماز سے فراغت حاصل کی گئی اور احباب جماعت کے ساتھ ملاقات اور بات چیت کا سلسلہ دیر تک چلا۔

صبح ناشتہ کے بعد متعدد احباب کے یہاں چائے پی گئی اور پھر قافلہ قدیم مسجد سیونی کی طرف روانہ ہوا جہاں امیر محترم کا پرمغز خطبہ جمعہ ہوا۔ بعد نماز جمعہ بھی خطاب ہوا۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ نے دارالعلوم سیونی میں تدریس کے ایام میں اولین قیام جس حجرے میں فرمایا تھا اس کا مشاہدہ ہوا اور تاریخ کے صفحات وواقعات جو مولانا کھولتے رہتے تھے کی یاد تازہ کی گئی۔ پھر پرتکلف طعام اور کلام کے بعد علاقہ اور خطہ بلکہ صوبہ کے سب سے اہم قدیم اور بڑے تعلیمی ادارہ بلکہ مرکز مدرسہ فیض العلوم سیونی جانے اور ذمہ داران کے ساتھ بیٹھنے اور قدرے تبادلہ خیال کرنے کا موقع ملا۔ وہاں مدرسہ کے صدر صاحب، ناظم صاحب اور دیگر مدرسین ومعززین خصوصا علاقہ کے سب سے بڑے عالم دین مولانا عبدالودود مدنی صاحب وغیرہ سے ملاقات ہوئی۔ مولانا دیگر سرگرمیوں میں شریک تھے۔ وہاں سے قافلہ سیدھا ناگپور روانہ ہوا۔ وہاں مغرب کی نماز کے فورا بعد پروگرام شروع ہوا۔ مولانا ابورضوان محمدی صاحب کا خطاب ہوا اور امیر محترم نے مختصر پرمغز صدارتی خطاب فرمایا۔

دوسرے دن شہر واطراف کی متعدد جگہوں کا چلچلاتی دھوپ میں محترم جناب الحاج وکیل پرویز صاحب کی ہمت کی داد دیتے ہوئے محترم جناب عبدالستار صاحب کے نئے مکان میں پُرلطف عصرانہ سے محظوظ ہونے کے بعد عازم سفر دہلی ہوئے۔

مورخہ ۲۹/مئی ۲۰۲۴ء کو امیر محترم نے فرید نگر بھوجپور غازی آباد کا سفر کیا۔ وہاں جماعت کے مشہور ومتحرک عالم دین مولانا عشرت جلال قاسمی کے والد بزرگوار مولانا محمد یوسف خان قاسمی صاحب کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ راستہ میں ڈاکٹر ابوالحیات اشرف صاحب سے ملاقات کی اوران کے ساتھ دی سمپل ٹروتھ انگریزی ماہنامہ کے بارے میں اور دیگر جماعتی امور کے سلسلے میں تبادلہ خیال کیا۔

مورخہ ۲۴/مئی ۲۰۲۴ء کو راجدھانی ٹرین سے امیر محترم جمعیۃ الخریجین السعودیہ کے زیر اشراف دوروزہ (۲۵-۲۶/مئی ۲۰۲۴ء) پانچواں ملتقی الخریجین ۲۰۲۴ء میں شرکت کے لئے کشن گنج کے لئے عازم سفر ہوئے۔ وہاں افتتاحی تقریب میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے خطاب فرمایا۔ آپ نے اپنے خطاب میں سعودی عرب کی گوناں گوں اور ہمہ جہت خدمات کا ذکر کیا۔ وزارۃ شئون الاسلامیہ اور وزیر محترم عزت مآب عبداللطیف آل الشیخ کی خدمات کی ستائش کی اور جامعات سعودی عرب خصوصا جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کا ذکر جمیل فرمایا۔ علماء اور مدارس اسلامیہ ہندیہ کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی اور جامعۃ الامام البخاری کے روز تاسیس سے اس پر آنے والے حالات واقعات اوراس کے سلسلہ میں شیخ عبدالمتین صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ مشکل حالات میں کھڑے ہونے کا ذکر فرمایا۔ اور جب یونیورسٹی بننے کی بات آئی تو چند وزراء کے ساتھ سنگ بنیاد رکھنے اور افتتاحی نقاب کشائی میں سبقت واولیت کے شرف کا ذکر جمیل بھی آیا۔ امیر محترم نے اس کے لئے جو اولین افتتاحی کانفرنس منعقد ہوئی اس کی صدارت کی تھی اور اس تاریخی صدارتی خطاب کا ذکر جمیل بھی بڑے زور دار انداز میں آیا۔ ناظم کانفرنس مولانا تنویر ذکی مدنی نے نہایت عالمانہ الفاظ میں امیر محترم کی صدارت کا اعلان کیا اور صدارتی خطاب کے لئے ان کو دعوت دی۔ انھوں نے انتہائی فاضلانہ اسلوب میں امیر محترم کی علمی، دعوتی، ملی اور عالمی شخصیت کے حوالہ سے چند کلمات کہے۔ حالانکہ اس کے ذکر کا موقع تو نہ تھا مگر خریجین کے جلسے کے ناظم الشیخ مولانا عبدالرقیب مدنی صاحب نے صدارتی خطاب کے لئے دعوت دیتے ہوئے یہ کہا کہ بعض لوگ عہدوں اور منصبوں کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں مگر ہمارے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب کی شخصیت تعلیمی، تدریسی، مناظراتی، علمی وتحقیقی اور ملی وسیاسی ہر اعتبار سے اس لائق ہے کہ ان کی وجہ سے اس منصب کو ایسی شخصیت سے شرف ومنزلت حاصل ہوئی۔ اس طرح کی بات جب آپ نے سنی تو حقیقت میں امیر محترم پر ایک سکتہ طاری ہوگیا۔ انہوں نے عزیز ناظم سے

معذرت اوران کے حسن ظن پرنکیر کئے بغیر اپنی کسرنفسی اوراعلام امت استاذ الاساتذہ محدث عبداللہ غازی پوری وسرتاج علماء عبدالعزیز رحیم آبادی اور عبدالقرن نظامت وامارت کے عہدوں پر فائز ہوتے رہنے والے اساطین امت اور عظماء وامام کاذکر کرکے فرمایا کہ

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

اورکہا''کبرنی موت الکبری''ہائے یہ گردش دوراں ہمیں لائی ہے کہاں۔تو مجمع پرایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔عالم اسلام کے مقتدر محقق ومولف معروف عالم دین ڈاکٹر عبدالرحمان بن عبدالجبار فریوائی حفظہ اللہ اور دیگر احباب جو وہاں موجود تھے،اس اسلوب بیان، برجستگی، تواضع وتاریخ دانی اور اسلاف کوخراج عقیدت پیش کرنے پرداد تحسین کے کلمات ادا کئے۔خاص طور پر بعض احباب اور شیخ عرب کے دلوں میں امیر محترم کی عزت ووقعت اور قدردانی کوبڑھادیا۔

پھرامیر محترم نے ایک نشست کی صدارت فرمائی اورصدارتی خطاب فرمایا جس کوافادہ عامہ کے لئے شائع کرنے کی ضرورت ہے۔جامعۃ الامام بخاری کے افتتاحی اجلاس کے موقع پر امیر محترم کے صدارتی خطاب کوضرور عام کرنا چاہیے۔وہ ایک تاریخی دستاویز کے ساتھ اہم علمی ومنہجی اورفکری خطاب بھی ہے۔

اس سفر میں امیر محترم نے جامعہ عمر فاروق حسن پورکواماری ہریش چندر پور مالدہ اور مدرسۃ الفردوس کٹی گولاکشن گنج کادورہ کیا۔علاوہ ازیں بوڑھیان میں جامعۃ الامام الالبانی کے مختلف شعبوں اور جامعہ الفرقان کا بھی دورہ کیااور خطاب فرمایا۔احباب جماعت سے ملاقات کی اور دیگر تعلیم وتربیت سے متعلق مشورے وبیانات دیئے۔

☆☆☆

انتقال پرملال: یہ خبر بڑے رنج وغم کےساتھ سنی جائیگی کہ میرے بھائی حمیداللہ کا گذشتہ دنوں جون ۲۰۲۴ کوانتقال ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔اللہ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔لغزشیں،خطائیں معاف فرمائے۔گناہوں کونیکیوں میں بدل دے درجات بلند فرمائے، جنت الفردوس میں جگہ عطافرمائے اور اہل خانہ کوصبرجمیل عطافرمائے۔آمین (ابوارشد انصاری،جبل پور،مدھیہ پردیش)

(بقیہ صفحہ ۲۸ کا)

اللہ کاشکر ہے کہ اس کتاب کواردوزبان میں منتقل کرنے کا کام بھی بڑی ذمہ داری کے ساتھ کیا گیا ہے۔جامعہ ابی ہریرہ الاسلامیہ الہ آبا اور دارالدعوۃ دہلی کے فاضل مترجمین نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ اس عظیم تفسیر کواردوقالب میں ڈھالا ہے۔بعدازاں جامعہ ابی ہریرہ الاسلامیہ لال گوپال گنج الہ آباد کے ماہرفن اساتذہ کرام کی ایک ٹیم نے اسے حرفاحرفاپڑھاہے اور ایک ایک حرف کوچیک کرکے اس اردونسخے کوسنوارااورنکھاراہےاوراسے مفیدتراورعام فہم بنانے کی پوری کوشش کی ہے۔اخیر میں ایک عظیم شخصیت، میدان تالیف وترجمہ کے شہسوار،علوم کتاب وسنت کے رمزشناس ڈاکٹر عبدالرحمان بن عبدالجبار فریوائی حفظہ اللہ وتولاہ، سابق پروفیسرامام محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض نے اس پوری تفسیر کا حرف بحرف مراجعہ کیا ہے۔آپ کے مراجعے نے اس اردو نسخے میں چارچاندلگادیا ہے۔اب اس عظیم تفسیر کا یہ اردو ایڈیشن نہایت عمدہ اورانتہائی معتبر ہے،اب یہ ترجمہ صحت اوراصل سے مطابقت کے اعلی درجے پر فائز ہونے کے ساتھ نہایت ہی آسان اور عام فہم ہے۔یہ عظیم تفسیر جس نے عربی داں طبقے میں دھوم مچارکھی ہے،سعودی عرب کے علماء ومشائخ اورعوام وخواص کے یہاں بےحد مقبول ومتداول ہےاب اس کااردوایڈیشن اپنی تمام ترخوبیوں کے ساتھ بہت جلد منظرعام پرآرہاہے۔اس کا مطالعہ ہرمسلمان کو کرنا چاہیے تاکہ وہ قرآن حکیم سے اپنے تعلق کواستوار کرسکےاور فلاح وکامرانی سے ہمکنار ہو۔اللہ تعالی ہم سب کواس کی توفیق ارزانی فرمائے۔اوراس کتاب کے مولف، ناشراور ترجمہ ومراجعہ کام کرنے نیز دیگر خدمات انجام دینے والے تمام حضرات کواجر جزیل سے نوازے۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا

☆☆☆

مضمون نویسوں سے گزارش

۱۔ مضمون صاف،خوشخط یا کمپیوٹرائزڈ بھیجیں۔
۲۔ مضمون کی اصل کاپی روانہ کریں۔شائع شدہ مضامین ارسال نہ فرمائیں۔
۳۔ مضمون کی فوٹوکاپی دفتر کوارسال نہ کریں،فوٹوکاپی میں بعض حروف مٹ جاتے ہیں جس کی وجہ سےایسے مضامین کی اشاعت روک دی جاتی ہے۔
۴۔ مضمون نگارحضرات اپنا پورا پتہ اور موبائل نمبرضرور لکھیں۔
۵۔ کسی مضمون میں اقتباس نقل کرتے وقت کتابوں کا حوالہ ضروردیں۔
۶۔ قرآنی آیات اوراحادیث کی پوری تخریج اورمصادر کا حوالہ ذکرکریں۔
۷۔ کسی دینی مسئلہ پرکوئی مضمون ہوتو اس پرہرناحیے سے بحث کرنے کے بعدراجح موقف بیان کریں۔
۸۔ اپنے مضامین میں پرجوش خطیبانہ یامنافرت پھیلانے والے اسلوب سے گریزکریں۔

(ادارہ جریدہ ترجمان)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیراہتمام اپنی نوعیت کا منفرد

بیسواں کل ہند مسابقۂ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاریخ
3-4/ اگست
2024ء ہفتہ، اتوار
بوقت: ۸ بجے صبح تا ۹ بجے شب
ان شاء اللہ

بمقام
اہل حدیث کمپلیکس
D-254 ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر اوکھلا، نئی دہلی-۲۵

رجسٹریشن کی آخری تاریخ
28/ جولائی 2024ء

ضروری معلومات نیز فارم حاصل کرنے کے لیے فوراً رابطہ قائم کریں: مسابقۂ تجوید وحفظ وتفسیر قرآن کریم کمیٹی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند،
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد دہلی-۶، فون: 23273407، موبائل: 8744033926, 9213172981
مسابقہ فارم جمعیت کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org سے بھی ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے۔

اغراض ومقاصد

☆ مسلمانوں کو زندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا ☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پر فکر وتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا ☆ مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا ☆ امت کو کتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیا وآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا ☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا ☆ ہزاروں روپے کے نقد انعامات ☆ حوصلہ افزائی کے لیے متعدد ومختلف النوع انعامات امتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان ☆ ملک بھر میں ۲۵ سال سے کم عمر کے حفاظ وقراء وطلباء کے لیے نادر ونایاب موقعہ۔

مقابلے کے زمرے

اول: حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید قرأت	دوم: حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
سوم: حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	چہارم: حفظِ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
پنجم: ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت	ششم: سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

☆ ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۳/ اگست ۲۰۲۴ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جوناگڑھیؒ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔ ☆ ان شاء اللہ نقد انعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے، نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

اہم وضاحت

☆ زمرہ اول ودوم وسوم وچہارم امیدوار کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقررہ پاروں کا حافظ ہو اور احکام تجوید وقرأت سے بھی واقف ہو، احکام تجوید کے سوالات کا عملاً جواب دے سکے، قرأتِ سبعہ میں سے کسی ایک قرأت کے مطابق تلاوت کرے، جس کا واضح اندراج فارم داخلہ میں کرنا لازمی ہے۔ ☆ ایک قاری کو صرف ایک ہی زمرہ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔ ☆ اگر کسی زمرے کے لیے پانچ سے کم امیدوار اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی پہنچے تو مرکزی جمعیت اس زمرے کا مقابلہ منعقد کرنے سے معذور ہوگی۔

شرائط شرکت مسابقہ

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر دی جائے گی۔ ناگزیر حالات میں رجسٹریشن کے لئے سادہ کاغذ پر بھی درخواست دی جا سکتی ہے، اور بذریعہ فون بھی رجسٹریشن ممکن ہے البتہ مسابقہ شروع ہونے سے پہلے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے مطبوعہ فارم حاصل کرکے پر کرنا ضروری ہے ❷ شرکت کے متمنی قاری کی عمر ۲۵ سال سے زائد نہ ہو ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے زیریں زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے پانچ روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے۔ ❾ اصولِ تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا ☆ حفظ کررہے طلبہ کو زمرہ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی۔

نوٹ: آمد ورفت کے اخراجات بذمہ امیدوار ہوں گے۔ قیام وطعام کا انتظام مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی جانب سے ہوگا۔

اہل حدیث منزل کی تعمیر و تکمیل کے لیے

محترم و غیور ائمہ، خطباء، متولیان مساجد اور ذمہ داران جمعیات سے پُر زور اپیل اور التماس

اہل حدیث منزل میں چوتھی منزل کی چھت کی ڈھلائی کا کام ہوا چاہتا ہے اور دیگر تینوں منزلوں کی صفائی کی تکمیل کے لیے آپ سے گزارش ہے کہ آنے والے جمعہ میں باضابطہ طور پر اپنی مسجدوں میں اس کے تعاون کے لیے پرزور اعلان فرمائیں اور مندرجہ ذیل کھاتے میں رقم ارسال فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام بنائیں اور اس صدقہ جاریہ میں شریک ہوں۔

تعاون کے طریقے: (۱) سیمنٹ، سریا، روڑی، بدرپور، ریت (۲) نقد رقم (۳) کاریگروں اور مزدوروں کی اجرت کی ادائیگی (۴) کھڑکی، دروازہ، پینٹ، رنگ وروغن کا سامان یا قیمت مہیا کرا کے تعاون فرمائیں اور مال واولاد اور اعمال صالحہ میں برکت پائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292